

## سرکاری رپورٹ (مباحثات)

## ساتواں ریکوڈ یشنڈ اجلاس

# بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 29 جنوری 2019ء بروز منگل بہ طابق 22 جمادی الاول 1440 ہجری۔

نمبر شار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	رخصت کی درخواستیں۔	14
3	مشترکہ مذمتی قرارداد مجاہنے کے مطابق جناب زمرک خان اچھری، صوبائی وزیر، ملک نعیم خان بازی، مشیری ایم، اور جناب نصراللہ خان زیرے، محترمہ شاہینہ بی بی۔ (قرارداد منظور ہوئی)	
4	قرارداد نمبر 11 مجاہنے کے مطابق جناب زمرک خان بازی۔ (قرارداد منظور ہوئی)	25
5	بلوچستان کے معدنی اور قدرتی وسائل سے متعلق واضح اور جامع حکمت عملی بنانے پر باقی ماندہ بحث۔	16
		30

## ابوان کے عہدیدار

اسپیکر----- میر عبدالقدوس بزنجو  
ڈپٹی اسپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

## ابوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب شمس الدین  
ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمن  
چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہ وانی



## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 29 جنوری 2019ء بمقابلہ 22 جمادی الاول 1440 ہجری، بروز منگل یوقت سے پہر 04:00 بجھر 05 منٹ پر زیر صدارت اصغر خان اچھزی، جناب چیئرمین، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کونسل میں منعقد ہوا۔

اصغر خان اچھزی (جناب چیئرمین) :- السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

لَقَدْ جَاءُكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ الرَّحِيمُ<sup>۵</sup>  
فَإِنْ تَوَلُّوْ أَفْقُلْ حَسْنَى اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ ط

(پارہ نمبر ۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۲۸-۱۲۹)

ترجمہ: لوگو! تمہارے پاس ہم میں سے ایک پیغمبر آیا ہے تمہاری تکلیف ان کو گران معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے خواہشند ہیں۔ اور مونوں پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہیں۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں اور نہ مانیں تو کہہ دو کہ خدا مجھے کفارت کرتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبد نہیں اسی پر بھروسہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

امغر خان اچکزئی (جناب چیئرمین)۔ جزاک اللہ۔ حسْمُ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اجلاس کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ تو آج کے اجلاس کے اجنبیز میں سب سے پہلے سوالات ہیں۔ تو انجیئر سید محمد فضل آغا صاحب اپنا سوال نمبر 40 دریافت فرمائیں۔

انجیئر سید محمد فضل آغا:۔ جی سوال نمبر 40۔ وزیر آپاٹی نور محمد، نوابزادہ طارق خان مگسی صاحب ہیں۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ گورنمنٹ کی طرف سے اگر کوئی منسٹر۔ عبدالخالق ہزارہ صاحب! آپ اور دوسرا کوئی۔ دیش بھائی!۔

جناب چیئرمین:۔ ٹھیک ہے۔

انجیئر سید محمد فضل آغا:۔ جناب چیئرمین! question یا تو ڈیلفر ہوتے ہیں یا اس وقت جواب آتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اسکا اگلا question نکل جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ روایت نہیں ہے اسمبلیوں کی۔ تو یہ question یا تو ڈیلفر کیا جائے یا تو جواب دیں۔ ڈیلفر کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب چیئرمین:۔ تو ڈیلفر ہی کر سکتے ہیں۔

انجیئر سید محمد فضل آغا:۔ شکریہ۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین:۔ اگلا سوال بھی سید محمد فضل آغا آپکا ہی ہے۔ اور حکمہ آپاٹی سے ہی متعلق ہے۔ تو میرے خیال میں اسکو بھی ڈیلفر ہی کیا جائے۔ اگلا بھی یہی ہے۔ اسکے بعد بھی یہی ہے۔ صدقی صاحب کا ہے۔

انجیئر سید محمد فضل آغا:۔ جناب اسپیکر! سارے ڈیلفر کر دیں۔ آپ کی اجازت سے گزارش کرنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین:۔ جی۔

انجیئر سید محمد فضل آغا:۔ یہ جناب اسپیکر! questions تقریباً پانچ مہینے پہلے ہم نے دیے تھے۔ اس پانچ مہینے کے اندر سے حکومت کی یہ ہے کہ پانچ مہینے کے بعد انکے سوال آئے۔ اب سوال آئے ہیں تو اسکے بعد منسٹر صاحب نہیں ہیں۔ تو اس طرح پھر یہ accountability جو ہے اس ہاؤس کی، یہ بڑی مشکل ہو جائیگی۔ اگر پانچ، پانچ مہینے سوالات delay ہوتے رہتے ہیں۔ اور سوال table کر دیے جاتے ہیں۔ پھر منسٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ تو آپ کی طرف سے میں رولنگ چاہوں گا کہ ایک تو ان کو ہدایت کیجاۓ کہ سوال جو ہے کم از کم ایک، پندرہ دن انکا نام ہوتا ہے۔ ایک مہینے کے اندر سوال آنے چاہیے متعلقہ محکموں کی طرف سے۔ اور اگلی سیشن پر انکے جوابات ہونی چاہیے۔ اور منسٹر صاحبان یا تو خود یا تو کسی ذمہ دار منسٹر کو کہنے کی کہیں۔ کیونکہ یہ ایک اجتماعی اور collective responsibility ہوتی ہے۔ وہ اس ہاؤس کو آگے

چلانے کی کوشش کریں۔ بہت شکریہ۔

**جناب چیریمن:-** یقیناً یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اور خاص کروز راء کی ہے۔۔۔ (مداخلت)۔ اُس پر آرہے ہیں۔ انرجی اور ماحولیات اور بلدیات پر آرہے ہیں۔ ابھی حکمہ آپاشی سے متعلق ان سوالات پر بات ہو رہی ہے۔ اور یقیناً یہ حکومت اور وزراء کی ذمہ داری ہے کہ وہ تیاری کے ساتھ اجلاس میں اپنی شرکت کو یقینی بنائیں۔ اور ہر سوال کو مہینوں نہیں پڑا رہنا چاہیے۔ تو چونکہ حکمہ آپاشی کے مسٹر اس وقت موجود نہیں ہیں۔ اسکو فی الحال defer ہی کرتے ہیں۔ ابھی جناب اختر حسین لاگو صاحب اپنا سوال نمبر 38 دریافت فرمائیں۔

**میرا ختر حسین لاگو:-** Question No 38

**جناب چیریمن:-** سردار صالح بھوتانی میرے خیال میں رخصت پر ہیں۔ چھٹی پر ہیں۔ اسکو بھی اگر defer کیا جائے؟۔ اسکے بعد جناب ثناء اللہ بلوچ صاحب اپنا سوال نمبر 78 حکمہ ماحولیات۔ جی اختر حسین۔

**میرا ختر حسین لاگو:-** یہ سامنے ہے۔ یہاں پر آج کوئی بھی مسٹر صاحب نہیں ہیں۔ صبح ایک میٹنگ ہو رہی تھی۔ وہاں پر سردار صالح بھوتانی صاحب تو بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا رخصت پر ہیں۔ چلو رخصت لی ہو گی انہوں نے۔ لیکن یہ سوال defer کر کے کوشش کر لیں کہ اسی سیشن میں دوبارہ آجائے۔ یہ کل کیلئے defer کر لیں۔ یا پرسوں کیلئے defer کر لیں۔ کیونکہ ابھی اگر یہ defer ہو گئے۔ یہ پھر چھ مہینے ہمیں انتظار کرنا پڑیگا دوبارہ اتنی نمبر آنے کے لیئے۔ یہ، بہت اہم سوال ہے جناب اسپیکر! اس میں ہم جو معزز اکیں question جمع کرتے ہیں۔ وہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ خدا نخواستہ ہماری کسی کے ساتھ کوئی ذاتی بعض والے حالات نہیں ہیں۔ بہت اہم issues ہیں۔

**جناب چیریمن:-** اختر حسین! اسکو اگر 1st February کیلئے رکھ دیں تو صحیح ہے؟۔

**میرا ختر حسین لاگو:-** ٹھیک ہے جناب اسپیکر۔ میرے کہنے کا مطلب بھی یہی تھا کہ اسی سیشن میں اگر دوبارہ آجائیں تو بہتر ہے۔

**جناب چیریمن:-** ہاں کیمفروری کو رکھ لیتے ہیں۔

**میرا ختر حسین لاگو:-** اکتیس کو رکھ لیں یا فرست کو رکھ لیں۔ لیکن اسی سیشن میں کوشش کریں واپس آجائے۔ (مداخلت)۔

**جناب چیریمن:-** یہ ایک دو سوالات سے متعلق میرے خیال میں محمد انرجی اور ماحولیات سے متعلق وزراء

تشریف فرمائیں۔ وہ کر دیتے ہیں۔ باقیوں کو first February تک defer کر دیتے ہیں۔ جیسے ایوان کی مرضی ہو۔ اکتیس صحیح ہے۔ جی۔ تو میرے خیال میں اگر ملک صاحب! یہ سوالات کو کر دیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہو انی:- اسی سوالات کے متعلق میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ ہم نے بھی گزشتہ چار مہینے سے کچھ سوالات جمع کیتے تھے۔ ابھی یہ پتہ نہیں کہ یہ سوالات کی باری کس طرح، کتنے عرصے کے بعد آتی ہیں؟۔ ایک دفعہ تو یہ اسمبلی میں آگیا ”کہ جواب موصول نہیں ہوا ہے“۔ لیکن سوال میرے خیال میں اتنا مشکل نہیں ہے۔ اور وہ سوال بھی مجھے میرے خیال میں ابھی زبانی یاد ہے۔ میں دوبارہ پڑھ کر سننا تاہوں۔ وہ اگر لیکچر کے حوالے سے تھا کہ کتنے پودے امپورٹ کیتے گئے باہر سے۔ اُنکی تعداد لتنی تھیں؟۔

جناب چیئرمین:- اگر لیکچر سے متعلق جہاں تک میری معلومات ہیں۔ انجینئر زمرک خان اسلام آباد میں ہیں۔ آج اُنکی اسلام آباد میں ایک پیشی تھی۔ تو اس وجہ سے وہ اس سیشن میں نہیں آ سکے۔

ملک نصیر احمد شاہ ہو انی:- وہ تو میرے خیال میں آج کی پیشی میں نہیں ہیں۔ لیکن اُنکی باری نہیں آ رہی ہے۔ وہ questions کی باری نہیں آ رہی ہے۔

جناب چیئرمین:- وہ کیم تارتھ تک چھٹی پر ہیں۔ ملک نصیر احمد شاہ ہو انی:- وہ صحیح ہے۔ میں نے کہا یہ جو چار مہینے سے ہیں۔ لیکن اُنکی باری کب آئے گی؟۔ میں نے پوچھنا تھا صرف۔

جناب چیئرمین:- یقیناً اس سے متعلق جس طرح پہلے میں نے کہا تھا۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ وزراء کی ذمہ داری ہے کہ وہ بروقت سوالات کا جواب صحیح طریقے سے پیش کر دیں۔ اور ساتھ ہی ایوان کو مطمئن کریں۔ جو بھی سوالات اپوزیشن سے ہوں۔ حکومتی پیغام سے ہوں۔ یہ حکومت اور وزراء کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ وہ پابند ہیں کہ وہ ہر ایک سوال کا اطمینان بخش جواب دیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہو انی:- جب سوال آنہیں رہا ہے اُس کا جواب۔ میں اُسکا پوچھ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین:- اسکے بعد جناب ثناء اللہ بلوج صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 78 دریافت فرمائیں۔

میرا خڑھسین لانگو:- جناب چیئرمین! میرے خیال سے اگر صرف ایک یادو سوال کے جواب آئے ہیں۔ میرے خیال سے پورے وقفہ سوالات جو ہیں اسکو ہم 31 کیلئے defer کر دیں۔ تاکہ سارے سوال اکتیس کو ہم اکھٹے ہی پوچھ لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین:- صحیح۔ جیسے ایوان کی مرضی۔ ٹھیک ہے۔

**یوس عزیز بلوچی:-** یہ جو آج کا جو ماحول بنا ہوا ہے۔ اپوزیشن ساری بیٹھی ہوئی ہے۔ ہم کس سے سوال کریں؟۔ کس سے پوچھیں؟۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ حکومت کی بھی کچھ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کر لیں۔ آج سارے وزراء C.M house میں وہاں پر کپوڑے کھارے ہے تھے۔ اور وہاں پر کیک اور بسکٹ کھارے ہے تھے۔ سب موجود تھے۔ تو کھانے کیلئے سب موجود ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں سوالات کے جوابات دینے کیلئے انکو پتہ نہیں کیا ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ اگر انکی یہ اپوزیشن ہے تو یہ گورنمنٹ چلانے کے اہل نہیں ہیں۔ یا یہ گورنمنٹ چھوڑ دیں یا پھر آ کر یہ لوگ جواب دے دیں یہاں پر۔ اور ہمارے سوالات کا جواب دے دیں۔ اس عوام کو جواب دے دیں۔ اس بلوچستان کو جواب دے دیں۔ یہ انکی نااہلی ہے کہ جی آج دو وزراء مشکل سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ جی ہم جواب نہیں دے سکتے۔ تو اس طرح گورنمنٹ نہیں چلتی ہے۔ اور اگر اس طرح کی گورنمنٹ چلانا ہے تو مہربانی کر کے اس بلوچستان کو اس طرح کی گورنمنٹ سے آزاد کر دیں۔ ہمیں دے دیں۔ ہم اچھی طرح چلا سکتے ہیں۔

**جناب چیئرمین:-** یقیناً صدیقی صاحب۔ ازرجی سے متعلق بیشک صدیقی صاحب! ازرجی سے متعلق ہمارے پارلیمانی سکریٹری صاحب تشریف فرمائیں۔ آپ اپنا سوال نمبر 110 بیشک دریافت فرمائیں۔

**عبدالواحد صدیقی:-** کل تو ہمارے انجینئر صاحب کو activate کیا گیا تھا۔ لیکن آج وہ بیچارہ بھی silent ہے۔ وہ بھی کچھ نہیں بول رہے ہیں۔ تو میرے خیال میں defer کیا جائے۔

**جناب چیئرمین:-** ازرجی سے متعلق آپ اپنا سوال نمبر 110 دریافت فرمائیں۔

**نصراللہ خان زیرے:-** رونگ دی گئی کہ تمام سوالات defer کیئے جائیں۔

**جناب چیئرمین:-** تو پھر اس کے بعد بھی صدیقی صاحب کی خواہش ہے۔ ٹھیک ہے۔

**نصراللہ خان زیرے:-** نہیں اس وقت ہاؤس کی جو رائے تھی وہ defer ہوا۔ لہذا میرے خیال سے دوبارہ اپنا رونگ دینا ٹھیک نہیں ہو گا۔

**جناب چیئرمین:-** ٹھیک ہے۔ مہربانی۔ تشریف رکھیں۔ جی عبدالخالق صاحب۔

**عبدالخالق ہزارہ (وزیر مکملہ کھلیل و ثقافت):-** میں سارے ممبران کی قدر کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ انکے جو بھی خدمات ہیں۔ یقینی طور پر میں تمام وزراء صاحبان کی طرف بھی لے جاؤں گا۔ جام صاحب کو بھی بتا دوں گا۔ اور ہماری انشاء اللہ کوشش ہو گی۔ پونکہ آج پورا دن جو ہے آپ لوگوں کے ساتھ بھی تھا۔ آپ کے ساتھ بھی بہت سارے میٹنگز تھے۔ آپ کے بھی بہت سارے مسائل تھے۔ ہمارے ساتھ آپ بھی کپوڑے اکھٹے کھائے تھے۔ آپ

اُس کو جو ہے ہماری صرف وہ نہیں کہیں۔ ہم نے آپکو بھی کھلائے اُس میں۔۔۔ (مداخلت) میں یقیناً بعض points agree کرتا ہوں کہ ہماری وزراء کو ہونا چاہیے یہاں پر۔ جو سوالات آئے ہیں۔ اُس کا جو ہے proper طریقہ سے جواب ملنا چاہیے۔ ہر چند کہ جواب یہاں پر موصول ہوا ہے۔ return میں بہت سارے environment کے حوالے سے آپ دیکھ لیں۔ اتنا بہترین جواب ہے۔ جب آپ پڑھیں گے تو اُس کے بعد کوئی سوال ہی شاید نہ رہ جائے۔ لیکن اُسکے باوجود منظر زکو ہونا چاہیے۔ تو ہو گا یہاں پر۔ اور میری ایک supplementary question تک مطابق جو آپ کو اجازت ہے۔ دو supplimentary rules and regulations یا تین ہیں۔ آپ آٹھ، آٹھ۔ دس، دس supplementary questions پوچھ رہے ہیں۔ یہ چیزیں بھی آپ بھی تھوڑا اپنے اندر reforms لائیں۔ آپکی بڑی مہربانی ہو گی۔ Thank you جی۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- جناب ہمارے دوست کو یہ گزارش کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہ دو۔ تین کی پابندی کہیں بھی نہیں ہے۔ questions generate ہوتے ہیں۔ جب تک ہاؤس کی۔۔۔ (مداخلت)۔ آپ بات سن لیں۔ مجھ سے زیادہ تو پھر آپ۔ میں پندرہ سال سینٹ کو چلاتا رہا ہوں۔

جناب چیئرمین:- rule میں تین سلیمانی ہوتے ہیں۔ انجینئر سید محمد فضل آغا:- rule میں تین ہیں۔ لیکن orders passed نہیں ہوئے ہیں۔ جب تک ہاؤس کی تسلی نہیں ہوتی ہے۔ اُس question کو پورا exhaust کیا جاتا ہے۔ تب تک سلیمانی۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب چیئرمین:- آغا صاحب! فی الحال اس طرح کر دیتے ہیں کہ چونکہ سوالات سارے اکیس کے لیے defer ہو گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی وزراء اکیس تاریخ کے اجلاس میں اپنی حاضری یقینی بنائیں۔ اور جتنے بھی سوالات ہیں ان کو نئماں میں 31 تاریخ کو۔

جناب چیئرمین:- جی۔ محترمہ بشری رمدن:- ڈسمند اللہ الرَّحْمٰن الرَّحِيْم۔ بہت شکریہ اسپیکر صاحب کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں اپنے QDA related کچھ بات کرنا چاہ رہی ہوں جو کل ہمارے اپوزیشن کی طرف سے کچھ

تحفظات تھے۔ جن کو آج میں نے personally جا کر رخشن ہاؤسگ اسکیم ہے سبی روڈ پر۔ جس کو خود visit کیا اور جس پر انہوں نے یہ کہا تھا کہ کچھ قبضے ہیں۔ یہ لوگوں کی اپنی جگہیں ہیں وہاں کے لوگوں کی۔ اور اس کو گورنمنٹ نے ناجائز کرایا۔ تو کل میرے knowledge issue میں تھا یہ سارا آج میں نے personally site کو visit کیا ہے، دیکھا ہے۔ تو میں یہ چاہتی ہوں کہ ان کے knowledge میں یہ بات لا اؤں۔ یہ جو دیواریں گرائی گئی ہیں یہ یہاں پر کوئی رہائش موجود نہیں تھا۔ اور یہ قبضے کی تھی، بالکل جو 22 ارب کی زمین ہے جو government land ہے، QDA کی اور چاہے اُس پر کوئی رند ہو، شاہواني ہو، یا کوئی بگٹی ہو لیکن اگر وہ government land ہے وہ کسی کی جا گئی نہیں ہو سکتی۔ وہ گورنمنٹ کی ہی رہے گی۔ اگر گورنمنٹ کی ہوگی۔ تو گورنمنٹ کی property کو کوئی بھی قبضے نہیں گے۔ وہ اُس کی ہی جگہ ہوگی۔ لیکن اگر گورنمنٹ کی ہوگی۔ تو گورنمنٹ کی property کو کوئی بھی قبضے نہیں کر سکتا چاہے۔ وہ چار دیواری لگا کر کر لیں۔ پانچ سال تک کوئی بھی نہیں بولا سریاب کیلئے۔ سریاب پسمندگی کا شکار ہے۔ یہ سارے میرے بھائی جو اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہیں میرے خیال میں زیادہ تر کا تعلق سریاب سے ہے۔ تو سریاب کی کیا condition تھی؟۔ آپ بتائیں پانچ سال میں کوئی ایک روپیہ سریاب پر کبھی لگا؟۔ کسی نے آکے سریاب کا پوچھا۔ کہ آپ سریاب میں کس طرح زندگی گزار رہے ہیں؟۔ کسی نے کبھی jobs سریاب پر نہیں دی۔ کسی نے کبھی نالیاں، گلیاں کوئی چیز نہیں بنائی۔ کبھی کئی ڈولپمنٹ کا ایک روپیہ وہاں نہیں دیا گیا۔ اور جا کے اس جیسے پسمندہ علاقے میں ایک سکول بنادیا گیا۔ جہاں نہ کوئی بچہ ہے، نہ کوئی طالب علم ہیں اور نہ کچھ ہیں۔ تو سریاب کوئی لاوارث تھا پانچ سال سے۔ اب جب سریاب۔ اب ہماری حکومت آئی، ہم چاہتے ہیں کہ سریاب کے اس ایریے کو اس بیلٹ کو promote کریں، بہتر کریں۔ اور جو قبضے مانیا ہیں، ان کو ہٹا کر یہاں پر ڈولپمنٹ ہوں۔ پارکس بنیں۔ ہمارے اس بیلٹ کے X لوگوں کے لئے۔ تو اگر آپ لوگ نہیں چاہتے ہیں، یہ ڈولپمنٹ تو مجھے بتا دیں تو پھر ہم اپنے ڈولپمنٹ روکیں گے۔ باقی جہاں تک کسی کے ساتھ ناجائز ہو گا تو اُس پر ہم ان کا ساتھ دیں گے۔

جناب چیئرمین:- جی۔

نصراللہ خان زیرے:- جناب چیئرمین! میں صرف ان کے باتوں کی میں بھر پور مذمت کرتا ہوں کہ اُس نے ایک لفظ بڑا استعمال کیا کہ میں وہاں صرف X کلیئے کچھ کروں گا۔ یہ الفاظ آپ واپس لے لیں، یہ کوئی شہر ہے تمام لوگوں کا شہر ہے اس لفظ کو پہلے واپس لے لیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ ملکہ کیوڈی اے:- نہیں نہیں میں واپس نہیں لوں گی۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔

نصراللہ خان زیرے:- جب آپ نہیں لو گی تو اس کا مطلب ہے کہ آپ XXXXXX (مداخلت)۔ آپ کے حمد پرستانہ جذبات ہیں اس کی میں بھرپور مدد کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! محترمہ پختہ نہیں کیوں آئی ہیں BAP پارٹی سے لیکن ان کے جذبات آج جب انہوں نے یہ بات کی یہ بڑا ناجائز بات انہوں نے کی۔ ان کو لینا چاہیے۔

### ☆ بحکم جناب چیئرمین X-XXXX-X-XXXX-X یہ الفاظ کا رواوی سے حذف کر دیئے گئے۔

جناب چیئرمین:- محترمہ آپ تشریف رکھیں۔

نصراللہ خان زیرے:- جہاں تک رہی بات۔ جس حوالے سے انہوں نے بات کی۔ کل اس فلور پر بڑے ہمارے معزز ممبر ان نے نواب اسلام ریسمانی صاحب نے، ملک نصیر احمد صاحب نے، احمد نواز صاحب نے issues تھے۔ ایک مغربی بائی پاس کا تھا۔ ڈپلی کمشنر نے لوگوں کو نوٹس دیتے تھے۔ ایک ایسٹرن بائی پاس، سبی روڈ تھا۔ آج بھی ہم discuss کر رہے تھے کہ بہت ساری زمین قبائل کی ہیں۔ کوئی میں بازی قبائل، یا سین زی اور شاہوانی قبائل اور وہاں ڈشٹ میں کرو قبائل اور یہاں درانی قبائل۔ یہ قبائل کی زمینیں ہیں، unsettled نہیں، سین آپ۔ آپ سین۔ (مداخلت)۔ آپ سین محترمہ، unsettled زمین کے حوالے سے آج بھی وزیر اعلیٰ صاحب خود فرم رہے تھے کہ جب انگریز نے ریلوے لائن بچھائی وہاں قبائل جو رہتے تھے ان کو انگریز نے پیسے ادا کئے ہیں۔ آج یہ فرم رہی ہیں کہ 22 ارب کی زمین ہے۔ 22 ارب قبائل کی زمین کو کیسے یکمیشٹ اور بہیک جنپی قلم انہوں نے جا کر کے ایک ڈیپارٹمنٹ کو دی؟۔ یہ غلط ہے قبائل کی زمین ہے۔ ابھی سرہ غرگئی میں QDA نے اسکیم شروع کیا۔ بازی قبائل نے روکا ہے۔ نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ زمین کیوڈی اے کہہ رہی ہے کہ ہم نے یہ ریونیو سے پہنچنے میں سال پہلے یا تیس سال پہلے ہم نے وہاں الامنٹ کی ہیں۔ تو یہ غلط بات ہے۔ دوسرا بات یہ ہے کہ جہاں تک سریاب کی بات ہے۔ آپ کمیٹی بنائیں، آپ کا ڈیپارٹمنٹ موجود ہے۔ آپ کا بی اینڈ آر ہے۔ آپ کا ایریگیشن ہے اور پی ایچ ای ہے۔ اور آپ کی حکومت ہے۔ آپ کمیٹی بناؤ کہ وہاں پر کام ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے؟۔ ویسے الزمات لگا نامحترمہ یہ ٹھیک بات نہیں ہے، ایسی باتوں سے آپ گریز کریں۔

جناب چیئرمین:- محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ زیرے صاحب آپ تشریف رکھیں۔ مہربانی۔ جی اختر لانگو صاحب۔

**اختر حسین لانگو:-** جناب چیئرمین صاحب! کچھ باتیں میں بھی add کرنا چاہوں گا۔ یہاں پر ہماری بہن جو ہیں دو چیزوں کو mixed-up کر رہی ہیں۔ جناب! یہاں پر ایک QDA کی درختان ہاؤسنگ اسکیم تھی۔ اُس کی اپنی boundaries ہیں، اپنا پلانگ کی ہوئی ہے انہوں نے، اُس کی روڈز بنی ہوئی ہیں، بجلی کی کھبے لگے ہوئے ہیں۔ وہ QDA کے درختان اسکیم میں اگر کسی نے کوئی قبضہ کیا ہے کیوڑی اے نے اگر کسی کو الٹ کیا ہوگا اور یا کسی دوسرے شخص نے آکر وہاں پر قبضہ کیا ہے، محترمہ! اُس کے خلاف کارروائی کریں۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ جیسے نصر اللہ زیرے نے کہا! کوئی شہر، سٹی کو نکال کے، کوئی شہر کے اطراف کی جو زمینیں ہیں جو اراضیت ہیں وہ قبائل کی ملکیت ہیں۔ وہ ابھی تک unsettled ہیں۔ آپ کا بلوچستان کا ۹۰% ایریا جو ہے وہ unsettled ہیں۔ تواب کوئی settlement کا کام شروع ہو چکا ہے۔ بجائے اس کے کہ قبائل کی زمینیں ہیں وہاں پر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آباد و اجاداد سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس باتی پاس پر، جو دونوں گزر رہے ہیں ہمارے یہ شاہوانی قبائل اور سادات قبائل اور قبرانی قبائل کی ملکیت ہیں۔ تو ان لوگوں کی ملکیت کی زمینوں کو جو صدیوں سے لوگ اُن پر قابض ہیں، اُنکی ملکیت ہیں۔ اب وہ settle کر کے اُن کے نام پر کریں۔ اب جو issue کھڑا ہوا تھا وہ ڈی کمشنر نے اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے زمینوں پر گھر بنائے ہیں یا کوئی چار دیواری لگائیں۔ قابضین سے بچانے کیلئے۔ یا کسی نے وہاں پر اپنے ٹیوب ویل لگائے ہیں، جو پہاڑ کے دامن میں پانی ہے۔ نیچے ہماری قابل کاشت زمین ہیں، وہاں پر پانی ختم ہو چکا ہے۔ پہاڑ کے دامن پر لوگوں کو پانی available ہے، ٹیوب ویل لوگوں نے وہاں پر لگائے ہیں، تالاب لوگوں نے وہاں پر بنائیں۔ اور ٹیوب ویل کے جو پانی ہے وہ نیچے اپنے زمینوں تک لارہے ہیں۔ ڈی سی نے اُن سب کو نوٹس دیا ہے کہ یہ زمینیں تین دن کے اندر اندر ہم گرانے جا رہے ہیں اور ان کو فوراً خالی کریں۔ ڈی سی کیسے اُن کو گرانے گا؟۔

جناب چیئرمین:- اس پر اختر حسین بھائی! میرے خیال میں آج جام صاحب سے بات ہوئی ہوگی۔ آج بات ہوئی ہے تشریف رکھیں محترمہ۔

**مشیر برائے وزیر اعلیٰ حکومت کیوڑی اے:-** جناب چیئرمین صاحب! settlement والی زمینوں کا

issue الگ ہے۔ میں QDA کی زمین کی بات کر رہی ہوں۔

جناب چیرمن:- ٹھیک ہے محترمہ وہ بات clear ہو گئی ہے۔ جی تشریف رکھیں۔ جی۔

میریونس عزیز زہری:- اب یہ کہہ رہے ہیں کہ گورنمنٹ میں یہ ہوا، اب ہم یہ کہ رہے ہیں یہ پانچ مہینوں سے ہم لوگ اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو ہم نے کیا کام کیا ہے ابھی تک؟۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ ہم نے کیا کام کیا ہے؟۔ صرف ٹرانسفر اور پوسٹنگ اگر کام ہے تو یہ اس گورنمنٹ نے بہت کیتے ہیں۔ پچھلے ادوار میں بھی اتنے نہیں ہوئے ہیں جو ابھی ٹرانسفر اور پوسٹنگ جو پسند اور ناپسند کی بنیاد پر ہوئے ہیں۔

جناب چیرمن:- اس پر کل بات ہوئی ہے۔ کمیٹی کے حوالے سے رولنگ بھی اسپیکر کی آئی ہے۔ تو میرے خیال میں اس پر مزید بات کرنے کی ضرورت میں محسوس نہیں کرتا ہوں۔

میریونس عزیز زہری:- ضرورت ہے۔ اور ضرورتیں تو سب ختم ہو گئے۔ سوالات و جوابات نہیں ہو رہے ہیں۔

جناب چیرمن:- سوالات کو ہم نے 31 تاریخ کیلئے ہم نے defer کر دی ہیں یونس بھائی۔ (مداخلت) اس بات پر یونس بھائی! کل اسپیکر صاحب رولنگ دے چکے ہیں۔ اس پر کمیٹی بھی بنائی جا چکی ہے۔ تو اس سے آگے مجھے بتا دیں کہ میں اس حوالے سے اور کون سی رولنگ دے دوں؟۔ اس پر already ہو چکی ہے تو بات ہوئی ہے۔ اس پر سب کچھ طے پایا گیا ہے۔ آپ صح تک بولیں لیکن ایک چیز جو decide ہو چکی ہے تو آپ مجھے بتا دیں کہ اس سے آگے میں اس پر کیا رولنگ دے دوں۔ کل کے اجلاس میں اس پر باقاعدہ اس پر رولنگ آئی ہوئی ہے۔

میریونس عزیز زہری:- جناب اسپیکر۔

جناب چیرمن:- جی۔

میریونس عزیز زہری:- پاندہ ہمیں دے دیا ہے کہ اس پر بات نہیں ہو سکتی ہے۔ گورنمنٹ کی کارکردگی پر بات نہیں ہو سکتی ہے۔ ان کی باتیں ہم سنیں اور جواب بھی نہیں دے سکتے۔ ہم اپنے حقوقوں کی بات نہیں کر سکیں۔ ہم اپنے صوبے کی بات نہیں کر سکیں۔

جناب چیرمن:- کیوں نہیں ہو سکتی ہے۔ یونس جان اجلاس کی کارروائی ایجنسٹے کے تحت چلتی ہے اور ایجنسٹے کے تحت ہم جارہے ہیں۔ اجلاس کی کارروائی ایجنسٹے کے تحت ہم جارہے ہیں۔ ہمارے سامنے ایجنسٹے پر جو نمبر وار چیزیں آ رہی ہیں، اُسی کے مطابق ہم آگے بڑھا رہے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی:- ایجاد کے مطابق آپ جائیں۔ میرے خیال میں میری بہن نے ایک بات کی ہے اس لئے اس سے کچھ سوالات اٹھے اور شاید ضروری ہے کہ ہم اس کا جواب دے دیں۔ کہ وہ جو سوالات اٹھتے ہیں شاید جس طرح انہوں نے اُس کی تعریف بھی کی۔ ہم کچھ کام کرنے جا رہے ہیں اور اس سے پہلے گورنمنٹ میں آئے۔ اس سے ہماری کوئی غرض نہیں ہے لیکن جہاں تک انہوں نے State-land کی تعریف کی، میرے خیال میں اُس ایسے میں سوائے QDA کی۔ کیوڑی اے اُسمیں جب آپ جائیں گے وہ left p آتا ہے اور یہ جہاں پر مکانات گرائے گے، یہ right p ہے اور right p ہے QDA کی ایک اونچی بھی زمین نہیں ہے۔ تو میرے خیال میں میڈم کو انہوں نے غلط بریفنگ کی ہے، ان کو معلومات نہیں ہیں۔ جس طرح دیکھیں ہم اُن کی تھوڑا تصحیح کرانا چاہتے ہیں کہ اگر میڈم ہم اُس علاقے کے --- (مداخلت)۔

جناب چیئرمین:- میڈم! آپ تشریف رکھیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی:- جناب چیئرمین! اگر میڈم اُس علاقے میں جاتی تھی تو کم از کم میں اُس علاقے کا نمائندہ تھا، دیکھو! مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ یہ پاؤ نشٹ آف آرڈر پر یہ بات میں نے اٹھائی۔ دیکھو! اس قسم کی visit کرنے سے صرف اور صرف کام نہیں ہوتا۔ اگر آپ میرے علاقے میں آرہے ہو۔

جناب چیئرمین:- ملک صاحب! اس پر کمیٹی بنائی جا چکی ہے۔ اپنیکر کی کل کے اجلاس میں رونگ آچکی ہے۔ بیشک اُس کمیٹی کے سامنے جو بھی مسئلے اور مسائل ہوں گے۔ اگر محترمہ کو QDA کی کوئی زمین ہے۔ جی ملک صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی:- جناب چیئرمین صاحب دیکھو! اُس کمیٹی کو آج تک notify نہیں کیا ہے۔ اس اسمبلی کے فلور پر کتنی کمیٹیاں ہم نے کہا ہے کہ بنائی جائیں۔ اُس کی ایک کی آپ نوٹیفیکیشن ہمیں دکھائیں کہ ہمیں تسلی ہو جائے کہ یہ کمٹی بنی۔ قحط سالی اور خشک سالی کے حوالے سے تین ماہ پہلے اس اسمبلی کے فلور پر میرے خیال میں 15 دن یادس دن ہم نے بحث کی۔ اُسکے بعد یہی ہوا کہ بلوچستان کو آفت زدہ قرار دیا جائے۔ کدھر اُس کی نوٹیفیکیشن؟۔ اُس کے کمٹی کے آپ نوٹیفیکیشن دکھائیں جس میں ہم نے یہ طے کیا کہ اُس میں اپوزیشن اور حزب اقتدار کے نمائندے شامل ہوں گے، آپ ہمیں دکھائیں؟۔ اسی اسمبلی کے فلور پر ہم نے age relaxation کے حوالے سے ایک قرارداد ہم نے پاس نہیں کیا۔ سردار عبدالرحمٰن کھیتان صاحب اُس سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے کہا ”ملک صاحب! تیسرا دن آپ مجھ سے اُس کا نوٹیفیکیشن لے لیں“، میں اُسکے میرے خیال میں 15 دن بعد اُس کے آفس میں گئے کہ سردار صاحب تو انہوں نے کہا 28 تاریخ کو لے

لیں۔ آج سردار صاحب چھٹی پر ہیں۔ بہت سارے ایسی چیزیں ہیں کہ--- (مدخلت)۔ یہ سوالاً جواباً نہیں ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ جواب دے دینگے۔

**مشیر برائے وزیر اعلیٰ حکمہ کھیل و ثقافت:-** آپ کی تسلی کیلئے سردار صاحب نہیں ہیں، یہ بات ہو چکی ہے انشاء اللہ جو بات سردار صاحب نے فلور پر آپ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ اُسی طرح اُس پر من و عن عمل کیا جائیگا۔ ملک نصیر احمد شاہ ہو اُنی:- سردار صاحب نے آپ کو بڑی اچھی تسلی دے دی، اُس نے ایک دفعہ نہیں، دو نہیں تین دفعہ۔ (مدخلت)۔ اُس کے بعد میں اُس کے آفس بھی گیا۔ جناب چیئرمین صاحب! ہم ان تسلیوں سے، اُس کے بعد بھی وہ سوال کر رہے ہیں مزید۔ تو پھر مزید ہم ان سوالوں کے جواب اس طرح دینگے۔ آپ ایک نائم دے دیں کہ کس وقت تک؟۔

**مشیر برائے وزیر اعلیٰ حکمہ کھیل و ثقافت:-** انشاء اللہ یہ طریقہ کا رجھی ہوتا ہے نا۔ اُس کا نوٹیفیکیشن ہو گیا ہے۔ وہ جام صاحب کے ٹیبل پر پہنچ گیا۔ دو تین دنوں کے بعد آپ کو پتہ چلے گا۔ ملک نصیر احمد شاہ ہو اُنی:- سردار صاحب آپ سے دس دن یا پندرہ دن پہلے یہ کہہ رہا تھا کہ جام صاحب کے ٹیبل پر ہے۔ اُس ٹیبل پر یہ کتنا عرصہ تک رہے گا؟۔

**جناب چیئرمین:-** آپ اس طرح کر لیں۔ آپ آپ میں نہیں بولیں۔ جی عبد الحق تان صاحب۔

**مشیر برائے وزیر اعلیٰ حکمہ کھیل و ثقافت:-** مجھے معلوم ہے کہ میڈم صاحبہ کی کچھ بالتوں سے ان کو اعتراض بھی ہو سکتا ہے اور یہ صحیح بات ہے ان کا حق ہے جمہوری حق ہے۔ لیکن ایک ہاؤس ہے اس کا ایک احترام ہے۔ اچانک کسی کے اوپر فتویٰ جاری کرنا۔ اُن کو نسل پرست قرار دینا۔ شاونسٹ قرار دینا، یہ بھی ہمارے اسمبلی کی شایان شان نہیں ہے۔ ٹھیک ہے انہوں نے جس طرح سے کہا ہے کہ سریاب ایریا میں۔ میں بھی کہوں گا کہ کوئی ایک ہزارہ جپڑا اسی بھرتی نہیں ہوا ہے۔ کیا میں شاہ ہونٹ ہوا؟۔

**جناب چیئرمین:-** آج کے کارروائی میں جتنے بھی غیر پاریمانی الفاظ ہیں اس کو حذف کیا جاتا ہے۔ بڑی مہربانی۔ تشریف رکھیں۔ آگے کارروائی پر آتے ہیں۔ رخصت کی درخواستیں۔ سیکریٹری اسمبلی جتنے بھی ہمارے رخصت کے درخواستیں پڑے ہوئے ہیں اس کو پڑھ لیں۔

**مشش الدین (سیکریٹری اسمبلی):-** سردار سرفراز چاکر ڈوکی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔  
**جناب چیئرمین:-** آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

- سیکرٹری اسمبلی:- انجینئر زمر ک خان اچھزئی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کے بنا آج تا کمی فروری 2019ء کی نشتوں میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔
- سیکرٹری اسمبلی:- میرضیاء اللہ لانگو صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کے بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔
- سیکرٹری اسمبلی:- جناب اسد اللہ بلوچ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔
- سیکرٹری اسمبلی:- سردار محمد صالح بھوتانی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔
- سیکرٹری اسمبلی:- نواب محمد اسماعیل خان ریسانی صاحب نے بذریعہ فون مطلع فرمایا ہے کہ نجی مصروفیات کی بنا وہ آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔
- سیکرٹری اسمبلی:- میر محمد حیم مینگل صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کے بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔
- سیکرٹری اسمبلی:- جناب اصغر علی ترین صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ عمرہ کی ادائیگی کے بنا آج تا انتظام اجلاس رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔
- سیکرٹری اسمبلی:- ڈاکٹر ربانہ خان صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کے بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔
- جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب چیئرمین:- محترمہ زبیدہ بی بی نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کے بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب چیئرمین:- محترمہ مستورہ بی بی نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی۔

جناب چیئرمین:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔ اب اجلاس کی کارروائی آگے بڑھاتے ہیں۔ جی ہمارے سندھ رواداری تحریک کے عمر فاروق صاحب ہیں، دیدار حسین میرانی صاحب ہیں، غلام مصطفیٰ میرانی ہیں، پُنل خان۔ تو ان کو ہم اسے welcome کرتے ہیں۔

اب نہیں قرارداد پر آتے ہیں۔ جناب زمرک خان اچھزی، صوبائی وزیر، ملک نعیم خان بازی، مشیری ایم، اور اس میں میرا بھی نام تھا، جناب نصراللہ خان زیرے، محترمہ شاہینہ بی بی اپنی مشترکہ نہیں قرارداد ان میں سے کوئی پیش کریں۔ تو میں شاہینہ بی بی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ پیش کریں۔

محترمہ شاہینہ بی بی:- ہر گاہ کہ گزشتہ دونوں شہری وزیرستان کے علاقے خیسور اور پنجاب کے شہر سا ہیوال میں انہائی افسوسناک واقعات پیش آئے جن پر عوام میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ان افسوسناک واقعات سے ہر صاحب اولاد کا دل لرز کر رہ گیا ہے۔ ان واقعات کی جتنی بھی نہیں کی جائے کم ہے۔ جبکہ اس سے قبل روشنیوں کے شہر کراچی میں نقیب اللہ کا واقعہ بھی پوری قوم کے سامنے ہے۔ جس پر شدید احتجاج بھی ہوا مگر صد افسوس کہ اب تک نقیب اللہ شہید قتل کے مرکزی ملزم کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا جاسکا، جس سے لوگوں میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ یہ اپان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت، سندھ اور پنجاب کی صوبائی حکومتوں سے رجوع کرے کہ وہ نہ صرف سا ہیوال اور خیسور میں پیش آئے والے واقعات میں ملوث افراد کے خلاف کارروائی کو یقینی بنائیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نقیب اللہ شہید قتل کیس کے مرکزی ملزم کو بھی کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں تاکہ عوام کو تحفظ کا احساس دلاتے ہوئے مستقبل میں اس طرح کے واقعات کا سد باب ممکن بنایا جاسکے۔

جناب چیئرمین:- نہیں قرارداد پیش ہوئی۔ کیا محکمین اپنے مشترکہ نہیں قرارداد کی admissibility کی وضاحت فرمائیں گے۔

جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ آج ہاؤس کے نصراللہ خان زیرے:-

سامنے یہ مشترکہ قرارداد ہے جس میں تین اس میں ایک جیسے واقعات کا ذکر ہیں۔ جناب چیئرمین آپ کو پتہ ہے کہ یہ سرزی میں جس سے ہمارا تعلق ہے یہاں بہت سارے استعماری قوتیں آئی ہیں، انگریز سے لے کر اُس سے پہلے مغل Empire اور بالخصوص پشتون عوام، ان کو جو باہر سے آنے والے استعماری قوتیں تھے، ان سے نبر د آزمار ہے ہیں۔ اور بہت سارے قربانیاں ہمارے عوام نے دی ہیں اس سرزی میں کے تحفظ کے لیے دی ہیں۔ لیکن یہ بات بہت سارے ہماری جانیں چل گئیں ہیں۔ بہت سارے ہمارے لوگ شہید ہوئے، بہت سارے جو دشمن قوتیں تھے ان کے ساتھ ہم لوگ ان کے لوگوں کی وہاں سے ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ جناب چیئرمین کہ آج تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں ہوا۔ آپ مثال پیش نہیں کر سکتے کہ آپ کسی استعماری قوت، کسی آنے والے لوگوں نے کسی کے گھر میں گھس کر کے اُس کی چادر اور چارڈیواری کی تقدس کی پامالی کی ہے۔ آج اس قرارداد کی اس میں جو ذکر ہے جو خیور میں واقعہ ہوا جناب چیئرمین! آپ نے خود اُس حیات لڑ کے ماں کی وہ چیزیں آپ نے سنی ہوں گی جب انہوں نے interview کہ کس طرح ہمارے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ جو جناب چیئرمین! کم سے کم ہمارے لیے یہ ناقابل برداشت ہیں۔ ہمارے عوام کے لیے بالخصوص پشتون عوام کے لیے ایسے واقعات بالکل ناقابل برداشت ہیں۔ اور اس قرارداد میں اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ اس واقعہ کے علیحدہ ایک ایسا کمیشن بنایا جائے اور جو بھی اس میں ملوث ہوں، ان کو ایسی سزا دی جائے کہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان کی یاد کریں کہ کیونکہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ جناب چیئرمین! اسی طرح آپ کو پتہ ہے کہ ایک سال پہلے جنوری کے مہینے میں نقيب اللہ شہید کا واقعہ پیش آیا۔ اُس کی ماورائے عدالت قتل ہوئی اور اُس سے پہلے جس بدنام زمانہ target-killer کا گانا ہو گا لیکن وہ پریم کورٹ کے main دروازے کے سامنے وہ جس protocol کے ساتھ اُترا، سب دنیا نے دیکھا۔ آج بھی وہ پرتوں رہا ہے کہ وہ باہر جائے۔ جناب چیئرمین! اس سے جو صورتحال پیدا ہوئی ہے ایک سال میں پشتون تحفظ مومنٹ کے قیام آیا ہزاروں لاکھوں پشتون عوام کی اُن کے ساتھ ہمدردی ہے، پشتون تحفظ مومنٹ کے ساتھ۔ اور یہ نہ رکنے والی باتیں ہیں۔ ٹھیک ہے پاکستانی میڈیا نہ دکھائیں اُن کے جلسوں کو لیکن دنیا بھر میں اُن کے supporters زیادہ ہو رہے ہیں۔ پشتون عوام اُن کے supporters ہو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین:-  
میرے خیال میں اگر قرارداد پر بات کی جائے۔

نصراللہ خان زیرے:- جناب چیئر مین! میں نقیب اللہ محسود کے حوالے سے بات کر رہا ہوں آج تک اُن کے جو قاتل ہیں وہ کیفر کردار تک پہنچ نہیں سکے۔ جناب چیئر مین! اسی طرح ساہیوال میں جو واقعہ ہوا جس طرح اُس گاڑی میں بیگناہ مال، والد اور اُس کی والدہ، بیٹی کو جس طرح نشانہ بنایا گیا، یہ سب نے دیکھا کہ کس طرح free hand دیا جا رہا ہے پولیس کو۔ کس طرح سی ٹی کو free hand دیا جا رہا ہے کہ آپ جس کے اوپر آپ ہاتھ اٹھائیں آپ کو free آزادی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں جناب چیئر مین! کہاب ہماری وہ ہیں کہ عوام انھیں ایسے لوگوں کی خلاف یا ایسی حکومت کے خلاف جو ہماری عوام کو تحفظ نہیں دے سکتی۔ تمام ہاؤس سے میری اپیل ہو گی تمام پارٹیوں سے کہ یہ قرارداد جو ہاؤس کے سامنے ہے اس کی آپ حمایت کریں اور ہمارے ساتھ اس کی منظوری دے دیں۔ شکریہ جناب اسٹریکر صاحب۔

جناب چیئر مین:- تو یہ مشترکہ مذمتی قرارداد پیش ہوئی ہے۔ جی عبدالخالق صاحب۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت:- جس طرح یہ مذمتی قرارداد پیش ہوئی ہے یقین طور پر قبل افسوس اور قبل صد مذمت ہے کہ ہماری enforcement agencies law جو خود جو ہیں مطلب عوام کے نگہبان ہوتے ہیں۔ اور وہ خود جو ہیں عوام پر اس بیدردی سے اس سفا کی عمل کر کے اُسے جو ہیں مطلب شہید کریں۔ جناب چیئر مین! جب یہ قرارداد پیش ہو رہا تھا تو مجھے بھی اپنے past کے حوالے سے مجھے کچھ یاد آ رہا تھا۔ مجھے معلوم ہے اور یہ clear ہے 19 جولائی 2008ء کو western bypass پر ہمارے لوگوں کے پے در پے واقعات قتل و قاتل جاری تھا۔ اُس پر ہمارے youngsters وہاں پر جا کے روڈ کو بلاک کیا، احتجاج کیا۔ جس پر ہماری فورسز نے anti terrorist force ہزارہ ڈیمو کریکٹ پارٹی کے جوانوں پر لگایا گیا، 302 ہمارے اوپر کاٹا گیا۔ جب ہم بروئی تھانے سے اپنے آپ کو وہاں پر عدالت میں اپنے آپ کو بیگناہ ثابت کیا تو دوسرا FIR سریاب روڈ سے ہمارے اوپر آیا کہ بھائی! یہ ہے سریاب روڈ میں بھی wanted ہے۔ یہ 12 اُس حوالے سے یہ تھا۔ تو اس لیے ضروری یہ ہے کہ اس طرح کی مذمتی جو قرارداد بھی ہے ہمارے ملک میں ہمارے صوبے میں اس چیز کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ ہمیں اپنے پولیس کو اتنا friendly بانا چاہیے کہ عوام ان سے ڈرانے نہیں، عوام کے پاس وہ جائیں، عوام سے گھل مل جائیں۔ عوام کے ساتھ وہ اس طرح برداشت کریں عوام کے ساتھ کم سے کم ہمارے عوام کو بھی سکھ کا سانس لینا چاہیے۔ اتنے سالوں کی بد بختی کے بعد law and law enforcement situation کے بعد یقیناً ہمیں جو ہیں اپنے پولیس سے اپنے

agencies سے بہت زیادہ واقعات ہیں اس پر میں اس قرارداد کی لینین طور پر حمایت کرتا ہوں اور اس واقعات کی نہت کرتا ہوں۔ thank you very much.

جناب چیرمین:- مہربانی۔ جی ملک نصیر صاحب!

ملک نصیر احمد شاہواني:- مہربانی اپنیکر صاحب! جہاں تک یہ نہت قرارداد کا تعلق ہے ہم اس قرارداد کی حمایت کرتے ہیں۔ اپنی پارٹی کی طرف سے بھی۔ اس میں تین چار واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کراچی کا واقعہ جس میں نقیب اللہ کوشید کیا تھا اس کے علاوہ ساہیوال کا واقعہ ہے اور حال ہی میں شناہی وزیرستان کے اندر خسیور کے مقام پر جو واقعہ پیش ہوا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بہت دردناک واقعات ہیں۔ اور میڈیا میں ان کو بہت زیادہ coverage دیا گیا ہے لیکن بدقتی یہ ہے کہ بلوچستان ایک عرصہ تک جو تکلیف سے گزرے۔ اور جس میں اتنی وجشت اور بربریت والے بلوچستان کے اندر جو واقعات ہوئے شاید وہ میڈیا میں منظر عام پر نہیں آسکے اس میں میں صرف اپنی پارٹی کی آپ کو مثال دیتا ہوں کہ بلوچستان نیشنل پارٹی کے جزل سیکرٹری شہید حسیب جالب سمیت 80 سے زیادہ ہمارے سینٹرل کمیٹی کے ممبران شہید نور الدین کی آپ مثال لے لیں، سلام ایڈووکیٹ کی آپ مثال لے لیں۔ ان کی ایک چھوٹی سی معصوم بچی کی آپ مثال لے لیں۔ بہت سارے واقعات جو ہیں بلوچستان میں ہوتے رہے ہیں۔ رازق بکٹی کی۔ جو بھی ہیں اس سے پہلے بہت سارے واقعات ہوتے رہے۔ میرے خیال میں دوسرے آپ کے علم میں ہوں گے۔ سردار صاحب خود بھی ان کا ذکر کریں گے تو یہ واقعات ہوتے رہے لیکن بدقتی سے میڈیا نے اس کو اتنا coverage نہیں دیا۔ اور بلوچستان کے اندر جو میڈیا کے اوپر قدغن گئی ہے جس دن ہم نے اس اسمبلی میں حلف اٹھایا، وزیر اعلیٰ صاحب تقریر کر رہے تھے۔ ان کا یہ تھا کہ شاید اسمبلی کی پہلی سیشن live چلا گئی۔ ملک کے دوسرے اسمبلیوں کی طرح جس time حلف اٹھا رہا تھا۔ لیکن بدقتی سے اس دن ہماری TV پر کچھ جملک ہمارے نظر آئی۔ اور اس کے علاوہ ہم کہیں پر بھی نظر نہیں آئے۔ تو میں اس قرارداد کی حمایت ضرور کروں گا۔ اسی امید کے ساتھ کہ بلوچستان میں اور جتنے واقعات ہوتے ہیں اس سے دردناک واقعات ہوئے ہیں اس سے زیادہ شدید واقعات ہوئے ہیں، تو انکو بھی اس اسمبلی کے اندر انکو بھی اسمبلی کے floor کے ساتھ ساتھ میڈیا کے coverage میں لا جائے۔ بہت شکریہ مہربانی۔

جناب چیرمین:- جی میرے خیال میں سردار صاحب آپ بات کریں۔

سردار عبدالرحمن کھتمیان:- Thank you Mr. Chairman. یہ جو آپ کی پارٹی کی طرف سے اور نصر اللہ زیرے صاحب قرارداد کی آئی ہیں واقعی یہ پاکستان میں کہیں پر بھی یہ واقعہ ہو، وہ لمحہ فکر یہ ہے۔ بلکہ ابھی

تو میں آج ہی لاہور سے آ رہا ہوں۔ وہاں پر یہ perception چلی ہوئی تھی کہ ابھی گاڑی کے پیچھے شیشے پر لکھیں ”کہ جی ہم فیملی ہیں، دہشتگرد نہیں ہیں“ تو بچوں کے ساتھ تو وہاں یہ practice شروع ہو گئی تھی۔ بہت لوگ خوفزدہ تھے جو یہ کارروائی کی کمی ہے پھر جیسے نقیب اللہ محسود کا ذکر کیا انصر اللہ نے، پھر میرے دوست نے کہا کہ حبیب جالب شہید، رازق شہید، اس طرح بہت سارے اس کے ساتھ ساتھ جناب چیزِ میں صاحب 2014ء مجھے یاد آیا جہاں پر آغا صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ وہاں پر سندر ایڈ و کیٹ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہاں میرے پار لیمانی لیڈر مولانا سعی صاحب بیٹھے ہوتے تھے۔ اور یہاں پر جہاں آنا صاحب تشریف رکھتے ہیں وہاں پر میں بیٹھا ہوتا تھا۔ وہاں تو، وہاں میرے اسی بلوچستان کے سپیوں کی، میں قوم پرست اسی لیے نہیں کہوں گا کہ اس وقت بھی قوم پرست بیٹھے ہوئے ہیں پھر وہ سارا سلسلہ گذشتہ ہو جاتا ہے۔ ان کی حکومت تھی۔ انہوں نے ایک لفظِ مدت نہیں کیا کہ میرے گھر میں فورسز مشائق سکھیر اصحاب ادھر IG تھے۔ اور ایک ASI ہے جو آج کتنے سالوں سے وہ ATF کو بھی command کر رہا ہے۔ اور ان کی جو ہے transport جو ہوتی ہے جن کو MT کتنے ہیں، جسمیں بہت سارے پر زے پیچ کر اور ڈیزیل پیچ کے پیٹ پالے جاتے ہیں۔ وہ آج تک اسی post پر ہے کئی IG گزر گئے۔ اور جو دوسرا SPI تھامری صاحب وہ اس وقت قلعہ سیف اللہ کا۔۔۔ (مدخلت)۔

**جناب چیزِ میں:-** پھر بھی ہم حق میں ہیں کہ A-area کو B-area میں تبدیل کیا جائے؟۔ اسکے بارے میں بھی قرارداد آ رہا ہے۔

سردار عبدالرحمن کھنیان (صوبائی وزیر) :- نہیں، ہم تو نہیں ہیں اس میں۔ B-area کے حق میں تو نہیں ہیں۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ جتنا پولیس area میں آج ابھی آپ کے سامنے چل رہا ہے۔ تو اُس وقت مجھے افسوس ہے اُس میں سے شکرِ الحمد اللہ واحد والاشریک ایک تو بیٹھا ہوا ہے، باقی کی تو اپنی اعمالوں کی سزا اٹھا گئے۔ کسی نے ہمارے گھر کے چادر و چارڈیواری کو پاماں کیا گیا۔ اُس میں مجھ پر، میرے بیٹوں پر، میرے لوگوں پر میرے گاؤں کے لوگوں پر ناجائز کیس ڈالے گئے اور میں عدالیہ کو سلام پیش کرتا ہوں کہ ہم وہاں سے باعزت بری ہوئے۔ وہ آج بھی وہی ہے پولیس کے جودو آفیسر ہیں ان کے ساتھ جو بھی تھے آج بھی وہ بہت قیمتی ہیں۔ انہوں نے ریکارڈ را پنے جلا دیئے، فاضل بٹ صاحب نے۔ وہ آج بھی براجماں ہے اور بڑے style سے IG اجب تشریف کھی لاتے ہیں، اس ایوان میں۔ اُس کے پیچھے ہوتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں اپنے ساتھی سے کاس قرارداد میں وہ بھی شامل کریں تو وہ تو پھر قرارداد نہیں بنے گی۔ پھر کوئی اور سلسلہ چل پڑے گا۔

**جناب چیئرمین :-** اُس پر بھی قرارداد آ رہی ہے اس کے بعد اُس پر بھی قرارداد آ رہی ہے۔

**سردار عبدالرحمن کھنیر مین (صوبائی وزیر) :-** بسم اللہ، مجھے تو بہت خوشی ہو گی اور اس پر ہم آپ کے ساتھ اظہار ایکجہتی کرتے ہیں۔ اور یہ ظلم کہیں پر بھی ہوں پاکستان مختلف اقوام کا ایک مجموعہ ہے۔ ہماری ایک پہچان ہے پاکستان۔ اس میں چاہے وہ پنجاب ہو، سندھ، KP ہو۔ یا وہ بلوچستان ہو یا گلگت بلستان ہو، کہیں پر بھی ناحن کسی کے ساتھ ظلم، ناحن کسی کا خون بھایا جائے، تو اُس میں ہم روکتے ہیں، مذمت کر سکتے ہیں، باقی تو ہم بے بس ہیں۔

Thank you very much-

**جناب چیئرمین :-** میرے خیال میں اس پر اتنی بحث کافی ہے۔ اگلے قرارداد پر پھر میرے خیال میں دونوں طرف سے متفقہ نظر آ رہا ہے۔ جی قادر علی نائل صاحب! بات کر لیں پھر آپ تھوڑا وقت کا خیال رکھیں۔ جی۔

**قادر علی نائل :-** شکریہ جناب چیئرمین! مشترکہ قرارداد کے حوالے سے کچھ ہماری گزارشات ہیں۔ جس طرح میرے پارٹی کے پاریمانی لیڈر نے کہا، وضاحت کی کہ اس مشترکہ قرارداد کی واقعی اظہار افسوس ہے جو تین واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ ہر حوالے سے قابل مذمت ہیں۔ ہم اس قرارداد کی محابیت کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں جس طرح میں نے حلف الٹھاتے وقت بتایا تھا کہ ہم سال 12 میں مسلسل سوگ میں رہتے ہیں۔ ابھی 26 جنوری کو تین دن گزر اے کہ پھر ہم سوگ میں ہیں ہمارے شہید چیئرمین حسین علی کو جناح روڈ پر دن دیہاڑے اور بیدردی سے سفا کی سے شہید کیا گیا۔ اسی جناح روڈ پر اور اُس کے بعد پے ڈر پے جو سانحات اور واقعات ہوئے وہ ناقابل برداشت ہیں۔ لیکن جو تذکرہ آج کے قرارداد کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ جس میں چادر اور چار دیواری کی پامالی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ واقعات تو آپ کے کوئی شہر کے دائیں بائیں ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اُس دوران اس ایوان میں کوئی تھا ہی نہیں جو ہمارے درد کو محسوس کر سکیں۔ جو ہمارے دکھوں کا مداوا کر سکیں۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ کرانی روڈ پر جو بس جاری تھی اُس بس میں گھسے اور وہاں سے خواتین کو نکال کر identify کر کے مارے، ہزارہ خواتین کو کرانی روڈ سے اور اسپنی روڈ کے واقعات تو آپ کی نظر وہ سے نہیں گزرے کہ یہاں پر سوزوکیوں سے اُتار کر ہماری خواتین کو بیدردی سے قتل کیا گیا۔ تو یہ جو آج کی قرارداد آئی ہے اس سے پہلے اس پر بات نہیں ہوئی تھی، آج ہم جس ایوان میں آئے ہیں اس ایوان کے ذریعے یہ ہمارے مطالبات ہیں کہ ہمارے دو ہزار فراو قتل کئے گئے کوئی شہر میں ہماری جو بدتر تنسل کشی کی گئی ہے، یہاں ان تمام قاتلوں کا حساب چاہئے ہمیں۔ ہمیں ہمارے شہید چیئرمین کا قاتل چاہئے، ہماری قوم کو بلکہ ہر انسان دوست کو شہید حسین علی صوفی صرف ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی کا چیئرمین نہیں تھا۔ وہ اس کوئی شہر کا، وہ اس

بلوچستان کا وہ محبت بانٹنے والے شخص تھے۔ لیکن اسے بیدردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ تو یہ جو واقعات ہوئے ہیں، اس سے پہلے اگر بات نہیں ہوئی آج ہم اپنے قوم کی آواز بن کر یہاں آئے ہیں۔ ہمیں موقع ہے کہ یہاں ہمیں انصاف دے گی اور جو ہمارے قاتل ہیں، ہمارے ماوں، بچوں اور بوڑھوں کے قاتل ہیں اور ہمارے انجینئر ہمارے سبزی فروشوں کے قاتل ہیں اُن پر بھی مقدمہ چلانے جائیں گے۔ اُن کو بھی کیفیر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ بہت شکر یہ۔

**جناب چیئرمین :- شکر یہ جی بہت شکر یہ اختر حسین لانگو صاحب!**

میرا ختر حسین لانگو:- اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ مِسْمَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ شکر یہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! آج کے اس قرارداد کے حوالے سے کہ یہ واقعی انتہائی افسوسناک، دردناک اور قابل مذمت واقعات ہیں۔ جناب اسپیکر! ان میں کچھ addition کرنا چاہوں گا۔ کچھ تجویز دینا چاہوں گا۔ ایک تو یہ ہے کہ اب ہمیں اور اس ایوان کو اور خصوصاً حکومت کو جن کے ہاتھ میں اختیار ہے۔ اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لیے صرف مذمتی قرارداد پر انحصار نہیں کریں بلکہ جو rules of constitution کے اندر جو law enforcement کے اندر جو business کے اندر جو حکومتی اختیارات ہیں، اُن کو استعمال کر کے اُن کے خلاف کارروائی بھی کی جائے۔ اور جناب اسپیکر! یہ صرف سندھ، یہ صرف پنجاب یا خیسروں کے mindset کے ادارے ہیں یہ اُنکا حال نہیں ہے یہ mindsets ہے، یہ ایک سوچ ہے جو اس وقت پورے ہمارے معاشرے پر ایک خوف کی وجہ بنی ہوئی ہے۔ جناب اسپیکر! ملک نصیر صاحب نے ہماری بلوچستان نیشنل پارٹی کے دوستوں کی فہرست آپ کے سامنے رکھی۔ یہاں پر فوری سوچ یہ تھی کہ 10-11-2009ء تک کہ کوئی شہر میں خصوصاً ہمارے جو بلوج اکثریتی آبادی کے علاقے تھے، جیسے سریاب وغیرہ یا ہدہ، کلی اسماعیل یہاں پر روڈ پر بھی کوئی واقعہ ہوتا، وہ اُس پورے علاقے کو جو ہے cordon کرتے اور ہر گھر میں گھٹتے، ہر گھر کی چادر اور چہار دیواری کو پامال کرتے۔ اور ہر گھر سے بوڑھے، جوان، سو، سو، دو، دو، پانچ پانچ سو بندے ایک رات میں اٹھا کر کے تھانوں میں بند کرتے۔ ”کہ جی تمہارے علاقے میں یہ واقعہ کیوں ہوا؟“؟۔ یہ فوری سرکی زیادتیاں یہ اُس mindset کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ اُس کے خلاف جب بلوچستان نیشنل پارٹی نے احتجاج کا راستہ اپنایا، جمہوری احتجاج کا راستہ اپنایا، سریاب روڈ پر ہم نے احتجاج کیا، روڈ پر احتجاج ہو رہا تھا۔ لیکن شہباز ٹاؤن پر بلوج جوانوں پر پولیس کی طرف سے دن دیہاڑے فائرنگ کی گئی۔ جس میں میرا اپنا چاچا کا بیٹا شہید ہوا۔ ہم نے عدالت میں پولیس کے خلاف جب تھانے میں رپورٹ کی انہوں نے رپورٹ کو نہیں اٹھائی۔ ہم نے عدالت کے

through عدالت سے رجوع کیا اور عدالت نے باقاعدہ اُس پر judgement کے کہ اُن پولیس الہکاروں کے خلاف FIR کاٹی جائے۔ دیدہ و دلیری، زور آوری، سرزوری اُنکی کہ آج دن تک 2010ء کا یہ واقعہ ہے، آج ہم 2019ء میں بیٹھے ہیں۔ آج دن تک اُن پولیس والوں کے خلاف نہ FIR کاٹی گئی ہے، عدالتی فیصلے کے باوجود نہ وہ گرفتار ہوئے۔ تو جناب اسپیکر! ہمیں اُن مذمتی قراردادوں سے اب ایک قدم آگے بڑھنا چاہئے۔ ہمیں اُس mindset کو تبدیل کرنا چاہئے۔ ہمیں اُس سوچ کو تبدیل کرنا چاہئے کہ یہ بجائے ہمارے محافظ کے، یہ بجائے ہمیں، بلوچستان کے عوام کو، پاکستان کے عوام کو، لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے کے، یہ ہمارے لیے security threats بنتے جا رہے ہیں۔ اس رویے کو change کرنے کی ضرورت ہے جناب اسپیکر۔ اور یہ رویہ administrative orders کے تحت change ہو گا۔ یہ رویہ جو غلط کاری کا جو اس طرح کے واقعات کے مرکتب ہوں، یہ اُنکے اوپر قانونی گرفت سے یہ رویہ change ہو گا۔ جب تک ہم اُن کی غلط کاموں کو حکومت میں بیٹھ کر protection دیتے رہیں گے۔ جب ہم اُن کے غلط کاموں کو حکومت میں بیٹھ کر تحفظ دیتے رہیں گے، جب ہم اس طرح کے آفسرز کو protect کرتے رہیں گے۔ صرف اس لیے ”کہ کہیں فورسز کا moral نہیں گرے“۔ تو جناب اسپیکر! وہ دن دور نہیں کہ پورے پاکستان کے لوگوں کے لیے یہی ہماری فورسز جو ہیں وہ بجائے security provider کے security threat کے، بن جائے، ان خدمات کو منظر کھلتے ہوئے۔ اس مذمتی قرارداد کی ہم حمایت بھی کرتے ہیں۔ اس کو منفقہ پاس بھی کیا جائے۔ اور ان کے خلاف فی الفور خخت سخت کارروائی بھی کی جائے۔ تاکہ اس mindset کی کوئی پرروک تھام ہو۔ کیونکہ اگر آج ہم نے یہاں پاس mindsets کی روک تھام نہیں کی تو آنے والے دنوں میں، ہماری آنے والی نسلیں اس مصیبۃ کو شاید نہ جھیل پائیں۔ بہت شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین:- جی مہربانی۔ سید محمد فضل آغا۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- جناب چیئرمین! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ یہ قرارداد یکے بعد دیگرے یہاں پیش ہو گئی ہیں، بہت افسوسناک ہیں اور جتنی بھی ان واقعات کی مذمت کی جائے کم ہیں۔ ہم پچھلے آدوار سے ہم دیکھ رہے ہیں یہاں ہاؤس کو اس طرح نہیں بٹنا چاہئے کہ ہزارہ شہید ہوئے، پٹھان شہید ہوئے، بلوج شہید ہوئے، پنجابی شہید ہوئے، ہم اگر دیکھ لیں تو ہر ایک گھر میں یہ خون کی ہوئی کھیلی گئی ہے۔ اگر آپ کھڈکوچ کو لے لیں۔ تو ہمیں، پچیس لوگوں کو وہاں ذبح کیا گیا۔ اگر آپ سول ہسپتال کو لے لیں، کیلوں کا خون کہاں بہا؟۔ اگر بائی پاس پر پولیس اکٹیڈمی میں کیا ہوا؟۔ اگر یہاں زیارت پر جاتے ہوئے ہزارہ برادری کے ساتھ کیا

ہوا؟۔ بلوچستانی بھائیوں کے ساتھ کیا ہوا؟۔ ابھی نقب اللہ کا واضح کیس میں SP گرفتار ہے، اُس کا کیا ہوا؟۔ قلعہ سیف اللہ میں کیا ہوا؟۔ ابھی حال ہی میں پیشین میں دو واقعات ہوئے ہیں، ابھی تک میرا ایک رشتہ دار بیہوٹی کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ تو اس ملک میں ہر طرف افراتفری پھی ہوئی ہیں۔ اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، بہت سنجیدگی کی ضرورت ہے۔ اسوقت ہمارا ملک بہت خطرات سے دوچار ہے۔ اس میں اندرونی ہاتھ بھی ہیں اور اندرونی دشمن بھی کار فرمائیں۔ اور بیرونی دشمن بھی کار فرمائیں۔ آپ نے گلکھوشن کے حوالے سے بھی سننا کہ ہندوستان کے ایجنت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بلوچستان میں بھی کروار ہے ہیں۔ وہ کراچی میں بھی کروار ہے ہیں۔ وہ ہمیں دست و گریبان بھی کر رہے ہیں۔ وہ ہمیں قبیلوں میں بھی تقسیم کر رہے ہیں۔ وہ ہمیں مذہبوں کے حوالے سے بھی تقسیم کر رہے ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ پوری قوم کو اور اس اسمبلی کی طرف سے ایک سفارش جانی چاہئے کہ ایجنسیز کو بھی اپنی limitation میں رہ کر پوری سنجیدگی اور احتیاط سے کام کرنا چاہئے۔ اس قسم کے چادر اور چارڈیواری کو پامال کرنا یہ بہت افسوسناک ہے۔ ہر کوئی اپنے دل پر ہاتھ رکھے۔ اگر اس طرح آپ کے گھر میں کوئی گھسے اور آپ بیگناہ ہوں۔ اور آپ کی بہن، بیوی، بیٹی اس طرح بے عزت ہوں۔ تو کیا گزرتی ہوگی؟۔ تو اس ملک میں کہیں بھی سکون نہیں ہے۔ اس میں افواج پاکستان کو بھی، ہمارے سیکورٹی ایجنسیز کو بھی اور عوام کو بھی مل کے ایک پلیٹ فارم پران سب کچھ کے تدارک کرنا چاہئے۔ ہم ان باتوں کی بہت زیادہ مذمتی کرتے ہیں۔ آج بھی ہم میٹنگ میں بیٹھے ہوئے تھے لورالائی سے جو ہمیں اطلاع ملی کہ وہاں انٹریوز ہو رہے تھے، پولیس کے، چپڑاں کے اور چوکیدار کی بھرتی کیلئے وہاں پر کیا تماشہ ہوا۔ تو یہ سب ہم دکھوں سے دوچار ہیں۔ اس پاکستان میں یا بلوچستان میں کوئی ایسا گھر نہیں ہو گا جو اس طرح دوچار نہیں ہو گا۔ ابھی ساہیوال کا آپ دیکھ لیں، بھائی اُن کے ٹاروں پر فائز کر دیئے۔ وہ روک گئے۔ آپ ان کو نیچے اُتار دیں۔ آپ نے نزدیک سے اُن پر فائز کر دیا۔ اگر وہ culprits ہیں تو آپ اُس کو پکڑ لیں تاکہ مزید سرچشمہ معلوم ہو کہ کہاں سے وہ آ رہے ہیں۔ تو یہ بے احتیاطیاں ہو رہی ہیں۔ اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہم صوبہ بلوچستان کی یا اس اسمبلی کی، سوائے اس کے ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے کہ ہم باقی حکومتوں کو سفارش کریں کہ وہاں بھی لاءِ اینڈ آرڈر کی طرف توجہ دی جائے۔ اور یہ ہاؤس، وہ تمام غمزدہ جتنے لوگ ہیں، اُن کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

**جناب چیرمن:-** میرے خیال میں اس پر کافی بحث ہوئی ہے۔ آیا مشترکہ مذمتی قرارداد منظور کی جائے؟۔ قرارداد منظور ہوئی۔ میں خود بھی مذمتی قرارداد میں محرک تھا۔ اور مجھے اس پر بات کرنی تھی۔ چونکہ آج

میں اس منصب پر صدارت کی وجہ سے بات نہیں کرسکا۔ دوستوں نے کافی تفصیل سے اس پر بات کی۔ اور یقیناً یہ تینوں واقعات جس کا اس قرارداد میں ذکر ہے، چاہے وہ خیسرو کا واقعہ ہے، بیشک ہمارے قانون کے اداروں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون کے اندر رہتے ہوئے کسی کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ کسی کو جیل میں رکھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ کہ گھر کا کوئی فرد گھر میں موجود ہے ہوا اور چارڈیواری کی پامالی ہو۔ اور فورسز کا آنا جانا ہو۔ یہ قبل مذمت ہے۔ اسی طرح ساہیوال کا جو واقعہ ہے یا ہمارے نقیب اللہ شہید کا واقعہ ہے، جس کا ملزم ڈندا تے پھرتے ہیں۔ پس پر یہ کورٹ دیدہ ولیری میں اور آج تو ثابت بھی ہو گیا ہے۔ اس روپرٹ سے کہ یہ واقعہ جو تھا، یہ کیا گیا ہے۔ یہ ہو انہیں ہے۔ تو یقیناً یہ قبل مذمت اور قابل گرفت واقعات تھے۔ ایوان نے اتفاق رائے سے اس قرارداد کو منظور کی ہے۔ اور مطالبہ کرتی ہے وفاقی حکومت سے سندھ حکومت، پختونخوا حکومت سے، کہ ان واقعات میں جو بھی سرکار جس بھی لیوں پر جس بھی عہدے پر فائز ہو اس کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ اگلا مشترکہ قرار داد نمبر 11 منجباً انجینئر زمرک خان اچکزئی صوبائی وزیر، ملک نعیم خان بازی میشیر، جناب اصغر خان اچکزئی، نصر اللہ خان زیرے، ملک نصیر احمد شاہو اُنی اور شاہینہ بی بی، اراکین اسمبلی میں سے کوئی بھی ایک محرك قرار داد نمبر 11 پیش کریں۔

ملک نعیم خان بازی:- جناب اپنیکر!۔ سُم اللہِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ۔ قرار داد نمبر 11۔ ہرگاہ کہ رقبے کے لحاظ سے ملک کا سب سے بڑا اور وسیع و عریض صوبہ ہونے کے ناطے بلوچستان کا قبائلی اور سماجی سیٹ اپ بھی ملک کے دیگر صوبوں سے الگ اور ممتاز خصوصیات کا حامل ہے۔ جس پر ذرا سی توجہ دے کر ہم اس صوبے کو زیادہ پر امن اور سماجی حوالے سے مطمئن صوبہ بناسکتے ہیں۔ ہمارا صوبہ ماضی قریب تک ملک کا سب سے زیادہ پر امن صوبہ رہا ہے۔ اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ قانون نافذ کرنے والے تمام ادارے صوبے میں قیام امن کیلئے اپنا فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ تاہم یہاں لیویز فورس کا خصوصی تذکرہ ضروری ہے۔ کیونکہ لیویز فورس صوبے کے پشتون اور بلوچ روایات کے اقدار اور قبائلی معاشرے کے تمام حقوق سے باخبر فورس ہے۔ لیویز فورس کا صوبے میں امن و امان کی بھالی میں انتہائی اہم کردار رہا ہے۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صوبے کے بعض علاقے بالخصوص ضلع خضدار کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جہاں ماضی میں لیویز فورس کو ختم کیا گیا مگر امن و امان کے پیش نظر اسے دوبارہ بحال کرنا پڑا۔ صوبے میں پولیس کے زیر انتظام علاقوں کے مقابلے میں لیویز علاقوں میں بد امنی کے واقعات کم رونما ہوتے ہیں۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے صوبے میں 90% سے زائد علاقے لیویز کے زیر انتظام آتے ہیں جبکہ دس فیصد سے بھی کم علاقے

پولیس کے زیر انتظام ہیں۔ مگر کرامگ ریٹ اٹھا کر دیکھیں تو آٹھ سے دس فیصد علاقے جو پولیس کے زیر انتظام ہیں ان میں رونما ہونے والے واقعات لیویز کے زیر انتظام علاقوں سے بہت زیادہ ہیں۔ لہذا ان زمینی تھاائق کے پیش نظر بلوچستان صوبائی اسمبلی کا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ بلوچستان بھر میں لیویز فورس کو جدید خطوط پر استوار کرتے ہوئے جدید وسائل مہیا کریں۔ نیز صوبے کے A ایریا میں کمی لاتے ہوئے لیویز فورس کے زیر انتظام علاقوں کو مزید توسعہ دی جائے۔ نیز صوبائی حکومت وفاقی حکومت سے رجوع کریں اور وفاقی لیویز کو بھی صوبائی لیویز کی طرز پر جدید وسائل اور ٹریننگ فراہم کی جائے تاکہ صوبے کی قبائلی روایات، رسوم و رواج سے ہم آہنگ فورس کے ذریعے صوبے کو اس کا سابقہ امن دوبارہ دلایا جاسکے۔ آخر میں ایک شعر پیش خدمت ہے۔

ہم ہاہا بھی کریں تو ہوجاتے ہیں بدنام۔ لوگ قتل بھی کریں تو چچانہیں ہوتا ہے۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین!:- مشترک قرارداد پیش ہوئی۔ محکین میں سے اس پر اگر کوئی بات کرنا چاہے۔ میں محرک ہوں اس قرارداد میں۔ جناب چیئرمین! ایسا رہا کہ جزل مشرف کی نصراللہ خان زیرے:- فوجی آمریت کے دور میں یہ کوشش کی گئی کہ جس طرح انہوں صوبائی خود اختاری پر ڈاکہ ڈالا اور اپنے زیر انتظام direct کے زیر انتظام ایک ڈسٹرکٹ نظام کا نظام انہوں نے لانے کی کوشش کی۔ اور پھر اس نے یہ بھی کوشش کی متواری کہ levies policing جو کہ ایک ہمارا پروانہ نظام ہے، انگریز کے دور سے اور ہوتا یہ رہا اس دور میں بھی کہ ہر علاقے کے عوام کو اپنے علاقے کے لوگوں کے تحفظ کی ذمہ داری دی گئی اس لئے اس لیویز، جو کیونٹی لیویز پولیس ٹائم ہے، اس کو نافذ کیا گیا۔ اور اس سے حالات یقیناً بہتر تھے۔ اور جناب چیئرمین! آپ کو یہ بھی پتہ ہوگا کہ صوبے کا کم پیش 90% علاقہ لیویز کے ساتھ ہے۔ لیکن لیویز کی فورس، ان کی ٹریننگ، ان کی تتحویلیں پولیس سے حد درجہ کم ہیں۔ اگر آپ پولیس ایریا کے جرام آپ دیکھ لیں۔ میں نے پچھلے اجلاس میں کوئی تقابلی جائزہ یہاں پیش کیا تھا کہ کتنے کے جو دس فیصد علاقے ہے ان میں جرام کی شرح کتنا زیادہ ہے۔ اور جو 90% علاقہ ہے، ان میں جرام کی شرح کتنی کم ہے۔ لیکن کوشش مسلسل یہ کی جا رہی ہے کہ ہمارا یہ نظام پولیس میں تبدیل کیا جائے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ پولیس کا نظام کس طرح مفلوج ہے۔ ابھی یہ ساہیوال کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ اور یہ واقعات پھر اور بھی ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ پولیس پر وہ چیکنگ ہم نہیں کر سکتے۔ ناں پولیس والے مقامی جو قبائل ہیں، عوام ہے۔ ان کے حوالے سے وہ کچھ بھی نہیں

جانے لہذا یہ جو کوشش جزر مشرف کے فوجی آمربیت کے دور میں کی گئی بہت سارے یویزB ایریاZ کو A ایریاZ میں تبدیل کیا گیا۔ اور اس حوالے سے آپ کو پتہ ہے جناب چیئرمین! ہم نے ہماری پارٹیوں نے بڑی جدوجہد کی ہیں۔ بہت سارے districts کو چھپڑا گیا۔ ان میں آج بھی کچھ متاثر ہیں۔ ضلعوں کی تاریخی حیثیت کو چھپڑا گیا اور یویز نظام کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ لہذا تمام ایوان سے میری یہ گزارش ہو گی کہ اس یویز کو ٹھیک ہے، یویز کو آپ ٹریننگ دے دیں، یویز کو وہ تمام سہولیات دے دیں۔ وہ تمام instruments آپ دے دیں، آپ ان کو جدید ٹکنالوژی دے دیں، جدید تربیت آپ ان کو دے دیں۔ تاکہ اپنی وہ اپنی جو صلاحیت ہے۔ وہ مزید اُس میں بہتری پیدا کر سکیں۔ لہذا میری گزارش ہو گی کہ جو قرارداد کے متن میں ذکر ہے۔ مجھے امید ہے کہ چیف ایجنٹ یکٹو صاحب، فائدیاں، حکومت اس حوالے سے یویز کی بہتر تربیت کیلئے کوئی دقیقہ فروغ زاشت نہیں کرے گی۔ حکومت اس میں بہتری لائے گی۔ لہذا میری گزارش ہے اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔ شکریہ۔ جی ملک نصیر شاہوی صاحب۔

**ملک نصیر احمد شاہوی نے کہا:** شکریہ جناب چیئرمین صاحب! جہاں تک اس مشترکہ قرارداد کا تعلق ہے تو اس میں میں بھی محرک ہوں اور جس طرح اس قرارداد کے اندر یہ واضح کیا گیا ہے کہ بلوچستان میں یویز کو ایک دفعہ مشرف کے دور میں بھی یہ کوشش کی گئی کہ اس کو پولیس میں ضم کیا جائے اور کچھ علاقوں کو باقاعدہ پولیس میں ضم بھی کیا گیا۔ ان کی تینوں ہوں میں اضافہ بھی کیا گیا۔ ان کو زیادہ مراعات بھی دی گئی ہیں۔ لیکن جب اسکا result آیا تو crime ratio کی جو ہے تو بہت ہی زیادہ بڑھ گئی۔ اور اسی قرارداد کے اندر جس طرح ضلع خضدار کا ذکر کیا گیا ہے کہ ضلع خضدار بلوچستان کے ان پُر امن علاقوں میں شامل تھا جہاں پر لوگ میرے خیال میں سیرو سیاحت کیلئے بھی جاتے تھے۔ اور ہمیشہ جب کسی کا کراچی جانا ہوتا تو وہ رات کو سفر کرتے اور رات ہی کے سفر کو ترجیح دیتے۔ لیکن یہ ضلع پولیس میں شامل ہونے کے بعد ایک ایسا زمانہ بھی آگیا کہ لوگ اس راستے میں سفر کرتے ہوئے دن کو بھی آیت الکریمہ پڑھ کر اسی ضلع سے گزرتے اور بہت سارے دیگر ضلع کے بھی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ بلوچستان میں بہت سارے تجربات کئے گئے۔ جس طرح نصر اللہ خان زیرے نے کہا کہ لوگ گورنمنٹ کی جو آرڈیننس تھی اس میں تبدیلی لائی گئی۔ ناظمین کو لایا گیا۔ ایڈمنیسٹریٹ اور ڈسٹریکٹ کو ڈسٹریکٹ اور میں تبدیل کیا گیا۔ لیکن اربوں روپے خرچ کرنے کے بعد جب پتہ چلا تو یہ نظام جو ہے نال وہ میرے خیال میں فیل ہوا۔ اور دوبارہ اس پرانے نظام کی طرف جب آگئے۔ اب اس پرانے نظام میں جو اچھی چیزیں تھیں، وہ آج بھی رہ گئے ہیں۔ اور خصوصاً D.C's کیا تھے پہلے جو اختیارات تھے۔ آج بہت سارے اختیارات جب ان سے

چھین لئے گئے ہیں تو وہ جس طرح پہلے ان علاقوں میں امن و امان تھا، آج اسی طرح نہیں رہا ہے۔ لیویز میں اگر کوئی کمی ہے۔ لیویز جس طرح اس قرارداد کے اندر ذکر بھی کیا گیا ہے کہ بلوچستان کے 90% علاقے آج بھی لیویز ہی کے زیر اثر ہیں۔ وہ پولیس والے علاقوں سے زیادہ پر امن ہیں۔ گوکہ لیویز کی مراعات ان سے بہت کم ہے، لیویز کی جوڑنگ ہے وہ ان سے کم ہے۔ لیویز پر جو اخراجات کیے گئے ہیں، وہ بھی ان سے کم ہے۔ تو پھر وہ کوئی ایسا وہ ہے کہ اس کے باوجود جو ہے ان لیویز والے علاقوں میں جو ہے آج امن امان کا زیادہ مسئلہ نہیں رہا۔ تو آج اگر دوبارہ اس گورنمنٹ کی یو ششیں کچھ عرصے پہلے ہم نے دیکھی اخبارات میں، ہمیں خوشی ہے کہ آج یہ مشترکہ قرارداد کے اندر ہمارے حکومتی ارکان بھی اس کے اندر شامل ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ آپ کا بینہ میں لے جاسکتے تھے کہ بھائی لیویز جو ہے اپنے اسی pattern پر کام کریں۔ اور جو cities ہیں، انکے اندر اگر۔ لیکن بھر حال آج اسمبلی کے اندر اگر آیا ہے تو ہم اس کو بہت پہلے مخصوص کرتے تھے کہ اس لیویز کو جو ہے اس نظام کو جو ہے اسی طرح بحال رہنا چاہیے۔ لیویز کے لوگوں کی تربیت کرنی چاہیے۔ انہیں جدید آلات سے استوار کرنی چاہیے۔ اس نظام کو اس سسٹم کو نہیں چھیننا چاہیے۔ کیونکہ اب بھی بلوچستان کے اکثر علاقوں جہاں پر ہمارے قبائلی رسم و رواج ہیں، روایات ہیں، اس کو لیویز ایک بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ مشرف کے دور میں لیویز کو صرف اس لئے پولیس میں ضم کرنے کی کوشش کی گئی کہ اُس زمانے میں ایک چرچا تھا کہ اکثر لیویز کے اراکین جو ہیں سرداروں اور نوابوں کے پاس ہیں۔ اور خاص کر نواب اکبر خان بگٹی شہید اس کے ساتھ کچھ لیویز کے لوگ تھے۔ یہ نہیں کہ صرف نواب اکبر خان بگٹی شہید کے ساتھ تھے یا سردار اختر مینگل کے ساتھ تھے، یہ دوسرے قبائلی، آج اگر ان کیساتھ لیویز نہیں ہے۔ تو ان کے ساتھ پولیس الہکار ہیں۔ وہ اراکین اسمبلی بھی رہے ہیں۔ وہ وزیر اعلیٰ بھی رہے ہیں۔ یہ مراعات تو سرکار کی طرف سے انہیں حاصل ہے۔ لیکن صرف لیویز جس میں مقامی قبائل لوگ بھرتی ہوتی تھی۔ آج بھی میں کہتا ہوں کہ اس لیویز کا جو پرانا نظام ہے اس کو نہیں چھیننا چاہیے۔ اس کو اپنی جگہ پر قائم رہنا چاہیے۔ لیویز کی تربیت کرنی چاہیے۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔

**جناب چیئرمین:- مہریانی۔ جی جام صاحب۔**

جامع میر کمال خان عالیانی (قائد ایوان) :- **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔** قرارداد چونکہ پیش ہوئی تھی اور خاص کر اے اسیا اور بی اسیا کے حوالے سے ہے۔ اور قرارداد کے اندر ہمارے کیبینٹ کے ایک ممبر جناب ذمک اچکزئی صاحب بھی شامل ہیں۔

جناب چیرمین:- عارف جان ہی شامل تھے ادھر سے لیکن غلطی سے انکا نام نہیں ڈالا گیا۔ اور ملک نیم بھی ہیں۔

نہیں، میں کچھ اور کہنا چاہ رہا ہوں۔ تو اس پر جو کہنے کا مقصد میرا یہ ہے کہ شاید بہت سارے لوگ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ بلوچستان حکومت کی جب پہلی یادوسری کی بنٹ میٹنگ ہوئی تھی تو باقاعدہ لیویز فورس کی strengthening اور اسکا پورا جامع package ہمارا کیبنٹ اسکو already approve کر چکا ہے۔ تو اس بات سے آگاہی دینا بڑی ضروری ہے کہ آج شاید اس قرارداد سے اس بات کا تاثر دیا جا رہا ہے کہ حکومت بلوچستان بی ایریا یا لیویز فورس کی strengthening میں interest نہیں رکھتی ہے۔ اس کا ایک بجٹ approve ہوا ہے۔ اس کے باقاعدہ TOR's ہمارے کیبنٹ سے منظور ہو چکے ہیں۔ اس میں جتنے بھی آفیسرز ہیں، جس میں بم ڈسپوزل سے لے کے انکو اسٹری ہو، investigations کو بہتر کرنا۔ اور ان کی capacity کو ہر لحاظ سے بہتر کرنے کی باقاعدہ جناب اسپیکر صاحب! ہماری کیبنٹ کوئی تقریباً دو، ڈھائی مہینے پہلے منظوری دے چکی ہے۔ اور اس پر باقاعدہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کام بھی کر رہی ہے۔ اور اس کے اندر آنے والے چیزوں میں آپ دیکھیں گے کہ بندرنگ اضافہ اور بہتری کس طرح کی جائیگی۔ تو یہ ایک تاثر جو ہے اس کو میں تھوڑا سا clear کرنا چاہ رہا تھا کہ ایک ایسا تاثر ہے کہ شاید حکومت اس پر ابھی تک پیشافت، کام نہیں کر رہی ہے۔ یا اس پر اب اس قرارداد کے بعد اس پر کوئی پیشافت یا عمل میں لائی جائیگی تو میں یہ clarity دینا چاہتا ہوں کہ اس پر already کام ہو رہا ہے۔ پچھلے دو، ڈھائی مہینے سے زیادہ ہو چکا ہے۔ اور ہم سب یہ محسوس کرتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ بی ایریا میں جو لیویز فورس ہے، اس کی capacity جب تک improve نہیں ہو گی تو ہو سکتا ہے کہ آج شاید بہت سارے چونکہ بلوچستان کی پسماندگی جو ہے اس کا بھی بہت بڑا factor ہے کہ ہمارا access ابھی بھی بہت ساری areas میں نہیں ہے۔ لیکن crime جس طرح تیزی کی طرف آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ اور crime کی intensity counter ہے کہ اگر اس فورس کے اندر بھی capacity ہو، اس فورس کے اندر capability بھی ہو۔ اس فورس کے اندر ٹینکنالوجی بھی ہو۔ اور اس کا strength بھی ویسا ہو اس کا طریقہ کار بھی ہو۔ توجہ بی ہماری کیبنٹ میں بات آئی ہے تو اس پر بحث بھی ہوئی۔ اس پر بہت

طریقہ کاربھی واضح کیا گیا۔ اور ان سب elements کو با قاعدہ ہم نے discuss کیا۔ اور ان سارے points کو آگے رکھتے ہوئے ہوم ڈپارٹمنٹ کو با قاعدہ instructions بھی آگے دیئے کہ وہ اپنا کام اس پر start کریں۔ نہ صرف یہ بلکہ موجودہ جو ہماری فورس ہے لیویز کی، اُس کے اندر جو موجودہ strength ہے۔ وہ بھی ہوا اور ساتھ ساتھ جوئی recruitments میں ہوں گی اس کے حوالے سے بھی۔ جو موجودہ ہے، ان کی ٹریننگ کا طریقہ کار اور ان کا mechanism trainings کا یہ ساری چیزیں بھی in-line ہیں۔ تو ہم اس چیز کو ہم نے بہت پہلے serious لیا ہے اور ہم نے شایدیں نے اسی لئے زمرک خان صاحب کا نام لیا چونکہ وہ ہمارے کیبینٹ کے ممبر ہیں۔ وہ با قاعدہ، بلکہ نیم صاحب بھی کہ وہ با قاعدہ اس کیبینٹ کے decisions کے حصہ دار ہیں۔ اور ہم یہ لے چکے ہیں۔ لیکن چونکہ آج ایک دفعہ پھر اس بات کو a قرارداد لائی گئی ہے تو گورنمنٹ آف بلوچستان نہ صرف دوسرے مکملوں میں جس طرح اپنی کو بہتر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہم لیویز کیلئے بھی strength institutionalization investment کو بہتر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہم لیویز کیلئے بھی institutions کو اپنے پیروں اور بہتر انداز سے کھڑی کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

وہی طریقہ کار بنارہ ہے ہیں اور انشاء اللہ آپ آنے والے ایک دوسراں میں دیکھیں گے کہ اسی لیویز فورس کے اندر بہت بہتر انداز میں آپ کو improvements بھی نظر آئیں گی۔ capacity-wise بھی اور humen resource-wise، technology-wise، structural-way میں بھی اس میں انشاء اللہ improvements نظر آئیں گی۔ (ڈیک بجائے گئے)۔

جناب چیرمین:- مہربانی۔ تو اس پر یہ ہے کہ یہ قرارداد میں جو اے اور بی ایریا کا بھی اس میں تذکرہ ہے۔ تو اسکو مد نظر رکھتے ہوئے ایوان کے دونوں طرف سے اس پراتفاق رائے کو مد نظر رکھتے ہوئے قرارداد منظور کی جاتی ہے۔ اور لیویز کو اپنے پرانے اُس حیثیت میں جس پر وہ پہلے تھے 90% کے اس حساب سے اسی ایریا پر اس کی عملداری یقینی بنانی چاہیے۔ اور ایک بات میں کہوں یہ کبھی کبھار اس طرح کی صورتحال سامنے آتی ہے کہ ہمارے ہاں کچھ فائلیں اس طرح حرکت میں آ جاتی ہیں، پھر اس فائل سر اٹھالیتا ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے بی ایریا کو کم کیا جائے۔ تو ایوان اس قرارداد کو منظور کیا جاتا ہے، آپ دوستوں کی رائے سے۔ کیا منظور ہے؟ قرارداد منظور کی جاتی ہے۔ قرارداد منظور ہوئی۔

اب مورخ 28 جنوری 2019ء کے اجلاس میں مؤخر شدہ کارروائی پر آتے ہیں۔ بلوچستان کے معدنی اور قدرتی وسائل سے متعلق واضح اور جامع حکمت عملی بنانے پر باقی ماندہ بحث۔ جی یونس صاحب۔

(اس مرحلہ میں میر عبدالقدوس بزنجو، جناب اپیکر نے اجلاس کی صدارت کی)۔  
**میریونس عزیز زہری:-** شکریہ جناب اپیکر۔ اس پر پہلے تو بہت ساری باتیں ہوئی ہیں لیکن تھوڑی سی میں اس میں اضافہ کروں، میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے بھی میں نے اس ایوان میں عرض کیا ہے کہ سیندک ہے یا ریکوڈ ک ہے۔ یاد دار ہے۔ اسی طرح ایک بولان مائنگ کے نام سے 1974ء میں بلوچستان گورنمنٹ اور پی پی ایل کے درمیان ایک معاملہ ہوا تھا، خضدار کے علاقے فیروزا آباد میں۔ جو ہمارے میونسل ایریا میں آتا ہے، جہاں ہمارا کار پوریشن ہے۔ کار پوریشن کے ایریا میں 1316 ایکٹر lease پر پی پی ایل کو دیا گیا تھا۔ تو پی پی ایل نے وہاں کے لوگوں کے ساتھ جو معاملے کئے تھے اور بلوچستان گورنمنٹ اور پی پی ایل کے درمیان ففٹی ففٹی کا جو معاملہ ہوا تھا اور اس کے بعد وہاں کے مقامی لوگوں کی آبادی کو دیکھا جائے تو پندرہ سے بیس ہزار کے قریب ہیں۔ اب بھی وہ پانی کے بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ ان سے یہ معاملہ کیا گیا تھا کہ جی یہاں کے علاقے کی تمام facilities جو زندگی میں ان کو میسر ہیں، وہ ان کو دیا جائیگا۔ جس میں پانی ہو، جس میں اسکول ہو، جس میں ہسپتال ہو یا دوسرے انکے نو کریوں کے وہ ہوں، لیکن ابھی پی پی ایل وہاں خضدار شہر کے اندر کام کر رہا ہے۔ خضدار شہر کے اندر پی پی ایل کا میونسل ایریا میں ہے۔ خضدار شہر کے اندر ہے اور وہاں مقامی لوگوں کو اس میں گھسنے ہی نہیں دے رہے ہیں کوئی تو دور کی بات ہے اس کے جتنے بھی اسٹاف ہے اور لیبر جتنے بھی ہیں، وہ باہر سے لے کے آئے ہیں۔ تو میں اس کے بعد بھی ابھی وہاں پر جو معاملہ ہوا ہے وہ یہ ایسٹ کا ہوا تھا، ابھی وہاں پر لیڈ اور زنک کا جو ہے ناں وہ کرومینیٹ دریافت ہوا ہے وہ معاملے کے علاوہ یہ بھی ان کے ساتھ چل رہا ہے۔

(اس مرحلہ میں میر عبدالقدوس بزنجو، جناب اپیکر نے اجلاس کی صدارت کی)۔

**جناب چیئرمین:-** سردار کھنزیر ان صاحب! آپ اپنی seat پر بیٹھیں۔

**میریونس عزیز زہری:-** جناب اپیکر! تو میری گزارش یہ ہے کہ پی پی ایل (PPL) کا جو معاملہ بلوچستان گورنمنٹ سے ہوا تھا اور وہاں کے لوگوں سے ہوا تھا وہاں کی لوگوں کی حالت تو نہیں بدی لیکن سننے میں یہ آیا ہے کہ پی پی ایل کا جو معاملہ تھا lease پر دیا گیا تھا۔ وہ lease بھی ختم ہو گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ابھی جو ہے ناں وہاں پر لیڈ اور زنک کے ذخائر بھی وہاں پر دریافت ہوئے ہیں۔ وہ دن رات کام کر کے ان کو نکال رہے ہیں۔ نہ کوئی معاملہ ہے، نہ کوئی اس کے ساتھ agreement ہے۔ نہ وہاں کے لوگوں کو پوچھا جاتا ہے۔ اگر لوگ وہاں جاتے ہیں تو ان کو force through اکتوبر وہاں گیٹ پر کھڑا ہونے نہیں دیتے

ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ بلوچستان کے دوسرے ہمارے resources ہیں، جہاں سینڈک کو لوٹ کر لے جا رہے ہیں، وہاں ریکوڈ کو بھی لے جا رہے ہیں۔ اور دوسرے کو بھی لے جا رہے ہیں۔ اسی طرح خدارا! ہمارا چھوٹا سا خضدار کے اندر جہاں میونسل ایریا میں ہمارا چھوٹا سا ایک فیکٹری ہے، وہ بھی ہمیں کھارہا ہے۔ اور اس کے کھانے میں اس کے ساتھ شرکت دار بلوچستان گورنمنٹ بھی شامل ہے۔ کیونکہ 50% بلوچستان گورنمنٹ کا ہے۔ اور 50% پی پی ایل کا ہے۔ پی پی ایل کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ یہ مجھے نہیں پتہ ہے کہ بلوچستان گورنمنٹ کو کیا مل رہا ہے کیا نہیں مل رہا ہے؟۔ اور اس کی دفاع بلوچستان گورنمنٹ کر رہا ہے۔ تو یہ کہاں تک یہ ناجائز ہمارے ساتھ چل رہا ہے؟۔ کب تک چلے گا؟۔ خدارا! ہمیں ایسی چیزوں سے چھکاراہ دیا جائے۔ ہمارے ساتھ جو معاملہ ہوا ہے، معاملہ سے ہم ایک انجی بھی پچھے نہیں ہے ہیں، ان کے ساتھ جو معاملہ ہوا ہے وہ تین سو سولہ ایکڑ کا ہوا ہے۔ ابھی وہ پورے فیروز آباد کوپنی پیٹ میں لے چکے ہیں۔ اس کے لئے بات کون کرے؟۔ میں نے پہلے بھی اسکے لئے ذکر کیا یہاں پر لیکن بلوچستان گورنمنٹ اس کا دفاع کر رہی ہے۔ اور یہ مجھے نہیں پتہ ہے کیوں دفاع کر رہا ہے؟۔ اس کی وجہات کیا ہیں؟۔ ہمیں بتایا جائے؟۔ خدارا! ہمیں ان لیٹیروں سے چھکارا دیا جائے۔ ہمیں ان جیسے لوگوں سے اور بلوچستان کے لوگوں کو چھکارا دلا دیا جائے۔ اور وہاں کے مقامی لوگوں کو ان کا حق دیا جائے۔ شکریہ جناب اپیکر۔

**جناب چیریمن :-** جی اکبر مینگل صاحب، باقی میرے پاس نام نہیں ہے۔ اگر کسی نے اس پر بولنا ہے تو اپنے نام بھیج دیں۔

**میر محمد اکبر مینگل :-** جناب اپیکر صاحب! اگر ہم دنیا پر نظر دوڑائیں تو ان ممالک نے ترقی کی ہیں جو وسائل سے مالا مال ہیں یا ان ممالک نے ترقی کی ہیں جنہوں نے تعلیم پر توجہ دی ہیں۔ اور اپنی humen-resources بڑھائی ہیں۔ یہ وہ دو طبقات ہیں جو آگے چلے گئے ہیں۔ آج ہمارے بچے جن کے پاؤں میں چل نہیں ہیں، جن کے بدن پر کپڑے نہیں ہیں، وہ اس سرزی میں کے مالک ہیں جس کے پاؤں کے نیچے سونا اور چاندی ہیں۔ اگر ہم دیکھیں تو ہمیں خاص کر بلوچستان کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے غریب نہیں بنایا۔ ہمیں اگر کسی نے غریب بنایا ہے تو اسلام آباد ہے اور اسلام آباد کی پالیسیاں ہیں۔ ستر سالوں تک ہمیں محکوم، مظلوم قوم کی حیثیت سے رکھا۔ آج اگر یہ بلوچستان کی اسمبلی مغلص ہے کہ اپنی معدنی وسائل کے حوالے سے کوئی پالیسی مرتب کریں تو اس کے سلسلے میں natural resources policy اپنانا چاہیے۔ تاکہ ہم اپنے وسائل کس طرح استعمال کر سکیں۔ سینڈک 80ء اور 85ء میں China کو دیا گیا۔ آج تک بلوچستان کے عوام

کو، مقامی لوگوں کو ایک پرائزمری اسکول نہیں دے سکا۔ آج تک بلوچستان میں health facilities کی facilities نہیں دی گئی۔ لیکن وسائل کو اور deposits کو جتنا بھی deposits تھے ان کو ختم کیا۔ لیکن یہاں ہمارے لوگوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ریکوڈ کو آپ لیں۔ ریکوڈ کے حوالے سے بھی ہم نے اپنے پیسے خرچ کئے، cases کے، دورے بھی کئے لیکن اس کے باوجود بھی result یہی نکلا ”کہ ہم مقروض ہیں۔ اور جرمانہ ادا کریں گے“۔ جناب اسپیکر صاحب! بولان مائنگ جیسے کہ یونیٹس زہری صاحب نے ذکر کیا، ایک مافیا ہے۔ اور اس مافیا کو ہماری گورنمنٹ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ کہ وہ وہاں سے 70ء سے کام کر رہا ہے۔ لیکن آج تک وہاں کے لوگوں کو فائدہ نہ دے سکا۔ وہاں پینے کا پانی نہیں۔ وہاں بچوں کو پڑھنے کے لئے اسکول نہیں۔ وہاں ہمارے بزرگوں کو صحت کے لئے ہسپتال نہیں۔ لیکن اس کی اجرہ داری اور ہمارے resources کو ختم کرنے کا رواج بدستور چلتا رہا ہے۔ لہذا اس کو روکا جائے۔ اور اس کی پشت پناہی چاہے جتنا بھی طاقتور ہے، جو کوئی بھی ہے، اُس سے ہاتھ اٹھائیں۔ جناب اسپیکر! بحیثیت قوم ہمیں اپنی پالیسی مرتب کرنی چاہیے۔ تاکہ مستقبل میں ہمارے جو resources ہیں، وہ ہمارے ترقی کا سبب بنیں۔ ہمارے بچوں کے ترقی کا سبب بنیں۔ ہسپتالیں بنیں۔ روڈیں بنیں۔ اسکو بڑیں۔ تاکہ ہم اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ نہ کہ صرف آج China جس طرح ہم پنجاب سے گلہ کرتے تھے، ہم نے بڑا بھائی بھی اس کو کہا کہ بھئی اپنا ہاتھ روکو، ہمارے وسائل مت لٹو۔ جس طرح سے ہمارے وسائل لوٹے ہمارے حقوق پامال کئے آج China ایک اور مافیا کی شکل میں بلوچستان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہمارے وسائل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لہذا بلوچستان کے لوگ غیرت مند ہیں۔ غیور ہیں۔ ایسے مافیا کی قبضہ گیریوں کو روکیں گے۔ اور اسے آگے بڑھنے نہیں دیں گے۔ لہذا اس اسمبلی کو یہاں کے لوگوں کو اعتماد میں لیا جائے۔ بلوچستان کے وسائل کے حوالے سے، مہربانی جناب اسپیکر صاحب۔ جناب چیریز میں:- جی شکر یہ مینگل صاحب، نصر اللہ زیرے صاحب، باقی کسی نے بات کرنی ہے تو نام صحیح دیں kindly۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر صاحب! آج جس موضوع پر ہمارے دوست بحث کر رہے ہیں، معدنی و قدرتی وسائل سے متعلق، جناب اسپیکر صاحب! یقیناً جس طرح کہا گیا کہ ہمارا صوبہ کم و بیش ملک کے آدھے حصے پر موجود ہے۔ اس کا رقمہ کم و بیش اگر سمندر کو ملک کے 50% سے زیادہ بن رہا ہے۔ اور پھر ہمارے جو وسائل ہیں اتنے بیش بہاو سائل ہیں کہ ہم شاید دنیا کے سب سے وہ اُن قوموں میں یا اُن علاقوں میں ہمارا شمار ہوتا ہے جو وسائل سے بھرپور ہیں۔ جناب اسپیکر! ہمارے قدرتی اور معدنی وسائل ان کا اگر آپ جائزہ لیں تو

بلین ہمارا ریکوڈ ک اور سینکڑ کا ہمارے ذخیرہ ہیں۔ کرومائیٹ کا اگر آپ لے لیں جناب اسپیکر صاحب! 4.5 ایک ملین ٹن سے زیادہ ہمارے کرومائیٹ کے جوڑ خاتم موجود ہیں۔ اسی طرح iron کے غالباً 273 ملین ٹن کے ہمارے ذخیرہ ہیں۔ کوئلہ کا جناب اسپیکر صاحب! وکی، ہرنائی، شاہرگ، مجھ، خوست، چھاؤنگ، یہ کم و بیش تین سو ملین ٹن سے زائد یہاں کے ذخیرہ ہیں۔ اسی طرح فلورائیٹ کا جوڑ خاتم ہیں وہ کم و بیش ایک لاکھ ٹن ہیں۔ جس سم کا آپ لے لیں۔ باقی جتنے بھی کم و بیش پچاس کے قریب ایسے دھات، معدنی وسائل ہیں کہ ہمارا صوبہ اُس سے مالا مال ہے۔ لیکن ان سب کے باوجودہ، اسکے علاوہ ہمارے ساتھ قدرتی وسائل میں آئیں آپ دیکھیں کہ ہم سالانہ کوئی چودہ ملین ایکڑ فٹ پانی ہم ضائع کر رہے ہیں۔ اور آپ کو یہ بھی پتہ ہو گا کہ منگلا اور تپیلا ڈیم میں اس وقت بارہ ملین ایکڑ فٹ پانی جمع ہونے کا وہاں پرانے کے پاس capacity ہے۔ ہم چودہ ملین ایکڑ فٹ پانی اس وجہ سے ہم ضائع کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس ڈیم نہیں ہیں۔ اور اس کے لئے ہمیں کم و بیش کوئی دس کھرب روپے ہمیں ضرورت ہو گی کہ ہم ان تمام ڈیموں کو جہاں جہاں پر پانی نکل رہا ہے۔ جن جن ندی نالوں سے نکل رہے ہیں ان کو ہم باندھ لیں۔ جناب اسپیکر صاحب آپ دیکھ لیں ہمارا طریقہ کاراب بھی ہم معدنی وسائل قدرتی وسائل کو ہم نکال رہے ہیں کوئلہ ہے وہی دیاناوسی طریقے سے ہمارے لوگ ہمارے کائن وہاں سے کوئلہ نکال رہے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر بفتہ کوئی نہ کوئی حادثہ ہو جاتا ہے، بہت سارے اگر آپ ایک سال دو سال پانچ سال کے آپ ریکارڈ اٹھا کے دیکھ لیں، مختلف coal-mines میں جو حادثات ہوئے ہیں، سینکڑوں لوگوں کی قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ کوئی اس میں جدید طریقہ کارنہ ماٹر ڈیپارٹمنٹ نے وہاں راجح کیا ہے، نہ ماٹر ان سپکٹریٹ نے وہاں راجح کیا ہے۔ بلکہ وہی بیلپہ، وہی جو دوسرے دیاناوسی طریقے ہیں۔ ان سے ہم کوئلہ نکال رہے ہیں۔ اسی طرح دیگر جو ہمارے معدنی وسائل ہیں، جناب اسپیکر صاحب! یقیناً اگر ہم اپنے ان معدنی وسائل کا صحیح طریقے سے، جدید طریقے سے اور آئین کی روکے مطابق جس طرح آئین کا آرٹیکل 157 اگر آپ پڑھیں، آئین کا آرٹیکل 158 آپ پڑھیں، آئین کا آرٹیکل A 172 پڑھیں، اس میں واضح طور پر ان قدرتی معدنیات اور اسکی ملکیت کے حوالے سے صوبے کو مکمل اختیار دیا گیا ہے۔ مگر ہم ابھی تک اس حد تک ہم نہیں پہنچ سکے کہ ہم اس قدرتی معدنیات کا صحیح طور پر استعمال کر سکیں۔ اور ان سے آنے والی آمدنی کا جو کھربوں، کھربوں روپے میں ہو گا، اس سے ہم اپنے عوام کو مستفید کر سکیں۔ میں آج کے اس موضوع کے حوالے سے یہی کھوبیں گا کہ ہماری صوبائی حکومت اور پھر وفاقی حکومت اسکو، ہمارے اس غربت کو ختم کرنے کیلئے ہمیں کوئی خیرات کی ضرورت نہیں ہے جناب اسپیکر! ہمارے پاس قدرت نے ایسی نعمتیں، ایسے وسائل دے رکھے ہیں اگر

ہم صحیح طور پر اسے استعمال کر سکیں تو ایک کروڑ 23 لاکھ کی آبادی کا یہ صوبہ اُسکے تمام لوگ ایک ایسی زندگی گزار سکیں گے، شاید ہی یورپ کے لوگ گزاریں۔ لیکن یہ ہے کہ حکومتیں، وفاقی حکومت، یہاں صوبائی حکومت وہ اس حوالے سے اس پر بھرپور توجہ دیں۔ یقیناً میری آخر میں یہی گزارش ہے کہ حکومت سے پہلے بھی کہا ہے ہم نے اس پر بارہا ان چیزوں پر پانچ ماہ میں اگر آپ ریکارڈ اٹھا کے دیکھیں، ہم نے گھنٹوں اس معدنی وسائل پر ہم نے بات کی ہیں۔ ہم نے قدرتی وسائل پر بات کی۔ ہم نے اگر یلکچہر پر بات کی۔ ہم نے خشک سالی پر بات کی۔ ہم نے نقطہ پر بات کی۔ ہم نے این ایف سی ایوارڈ پر بات کی۔ لیکن حکومت اُس طرح سے شاید ان چیزوں کو نہیں اٹھا رہی ہے۔ اور وفاقی حکومت آپ کو پوتے ہے جناب اسپیکر! کہ کم از کم میرے خیال میں 59 ہمارے بڑے projects پر انہوں نے cut لگائی ہے۔ انہوں نے ہمارے پیے کاٹ دیئے۔ ابھی جب منی بجٹ آیا، اُس میں ہمارے ساتھ کیا کیا۔ تو آپ کی بڑی مہربانی جناب اسپیکر! کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر یوں کا موقع دیا۔ بہت بہت شکریہ۔

**جناب چیئرمین:-** جی شکریہ۔ زیرے صاحب۔ قادر نائل صاحب، آپ پہلے اُٹھ گئے۔ پہلے سن لیتے تھے کہ کس کا نام پکارا جائیگا۔ لیکن اپوزیشن کی طرف سے بلا یا گیا اجلاس میں اپوزیشن کی تعداد اتنی کم ہے۔ شکر ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے، اس کے پانچ، پھر نظر آرہے ہیں، گورنمنٹ کا شکریہ ادا کریں کہ گورنمنٹ کے سارے منسٹر زمیٹھے ہوئے ہیں۔ میری جگہ پر چیئرمین بیٹھا ہوا تھا۔ جی نائل صاحب۔

**قادر علی نائل:-** جناب اسپیکر! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ معدنی و قدرتی وسائل کے حوالے سے جناب اسپیکر 28 جنوری کو بھی یہاں پر بحث ہوئی۔ اس حوالے سے گفتگو ہوئی۔ آج بھی جو باقی ماندہ بحث ہے اس میں میں بحیثیت حکومتی رکن کچھ تجاویز اور کچھ باقی اپوزیشن ارکان کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ اور قائد ایوان صاحب یہاں تشریف فرمائیں۔ اور متعلقہ وزراء صاحبان بھی آئیں گے۔ لیکن ایک چیز کا ہمیں اس میں دورائے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلوچستان کو بے بہاء، بیش قیمت معدنی ذخائر سے مالا مال کر رکھا ہے۔ لیکن اگر ہم تاریخ اُٹھا کر دیکھیں۔ پوری دنیا میں معیشت کے حوالے سے ایک سرد جنگ جاری ہے۔ اور اس معاشی سرد جنگ میں پاکستان اور بلوچستان بھی بطور خاص اُسکا حصہ بناتے ہیں۔ اور بن رہا ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ بھارت اور China جیسے وسائل رکھنے والے ممالک بھی اس وقت غریب اور ترقی پذیر ممالک کی طرف جاتے ہیں۔ تاکہ ان کے جو معدنی ذخائر ہیں یا قدرتی وسائل ہیں، ان سے استفادہ کر سکیں۔ ہماراالمیہ یہ رہا ہے چاہے وہ وفاق کی سطح پر ہو یا بلوچستان کی سطح پر کہ ہمارے ہاں بہت سارے معاملات کو سنجیدگی سے نہیں لیا

گیا۔ قائد ایوان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کہ جو نیچرل پالیسی یا نیچرل ریسورس پالیسی ہے یا جو منرل پالیسی ہے۔ اس حوالے سے اس پر انشاء اللہ کام ہوگی۔ اس پر اپوزیشن کے ارکان کی تجویز بھی لیں گے۔ اور اس میں جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جو اراضیاتی اور محولیاتی تعلیم ہے، جو earth and environmental سٹھ سے اس کا آغاز education ہے یا اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم پرائزیری سٹھ سے اس کا آغاز کر لیں کہ ہمارے صوبے میں کہاں کہاں کتنے کتنے وسائل ہیں۔ کتنے کتنے معدنی وسائل ہیں۔ کتنے کتنے قدرتی وسائل ہیں۔ اس کو ہم پرائزیری سٹھ سے اس کی تعلیم دیں تاکہ کافی اور یونیورسٹی تک پہنچتے پہنچتے وہ سٹوڈنٹس جو ان شعبوں میں مہارت حاصل کرچکے ہیں، وہ internship کی جائیں۔ اور اس کے لئے جس طرح شاء ملوچ صاحب نے فرمایا، درست فرمایا ہے کہ اس پر کام کر لیں گے۔ میری تجویز ہے اپنی حکومت سے بھی کہ جو جو حکومت اقدامات کریں گے، اُس میں جو technique، مہارت ہیں اور جو جدید شکنالوجی ہیں، اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور بطور خاص جو ہمارے کافی کی صنعت ہے۔ وہ ایک فرسودہ، اس حوالے سے بھی کام کرنے کی ضرورت ہیں، اس پر بھی کام کریں گے۔ اور مجھے توقع ہے کہ ہماری حکومت اور میں امید دلاتا ہوں کہ جب Geological Survey of Pakistan ہے، جو 60 دہائیوں سے، 50 دہائیوں سے کوئی office کام کر رہا ہے۔ اُس سے بھی استفادہ کیا جائیگا۔ اور اس پر بحث جو کل ہوئی ہے اور آج ہوئی ہے، اس پر انشاء اللہ ہماری حکومت اس پر توجہ دے گی اور انشاء اللہ اس پر کام کرے گی۔ بہت شکر یہ۔

جناب چیئرمین:- جی شکریہ نائل صاحب زابد علی ریکی صاحب

میر زابد علی ریکی:- شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ واشک میں PPL تقریباً سات، آٹھ سالوں سے کام کر رہی ہے۔ سات، آٹھ سالوں سے کام کر رہا ہے لیکن علاقے میں ایک روپے کا کام اُس نہیں کی ہوئی ہے۔ چاہے واشک ہیڈ کوارٹر ہے، چاہے ماٹکیل ہے، چاہے گڑانگ جنگیاں ہے۔ آٹھ، نو سالوں کے بعد ابھی PPL والوں نے مجھے call کیا ہے کہ آپ واشک آ جائیں، ایک complex تقریباً 20 لاکھ روپے کا ہے، میں نے کہا یہ complex، یہ 8 سالوں پر یہ 20 لاکھ کا یہ ہمارے واشک میں خالی 20 لاکھ قرضدار ہیں، یہاں 8 سالوں سے آپ یہ کام کر رہے ہیں۔ خدارا! اس طرح ظلم نہیں کریں۔ یہ پہلے اس ضلع پر ظلم ہوا ہے۔ اس جسم پر پہلے سے ظلم ہوا ہے۔ یہاں پر ہمیت کو دیکھیں۔ روڈز کو دیکھیں۔ یہاں پر ملازمت دے دیں۔ وہاں پر جناب اسپیکر صاحب! زمیندار جو ہیں اپنے بندات باندھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے زمینوں کو

بھی اس نے خراب کیا ہوا ہے۔ بلڈوز کیا ہوا ہے۔ مگر انہا کام کر رہا ہے۔ یہ PPL ڈسٹرکٹ واشک میں یہ اس کا کام ہے اور last میں میں جناب اسپیکر صاحب! جناب CM صاحب بیٹھے ہیں، minister health صاحب بیٹھے ہیں۔ یہ minister health میں ہیلٹھ کا نظام تباہ ہے، 20 سالوں سے ایک DHO بیٹھا ہوا ہے۔ آپ جا کر وہاں پر دیکھیں یہ میں ہیلٹھ کا نظام تباہ ہے، 20 سالوں سے ایک DHO hospital میں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! کام کیا کر رہا ہے؟ hospital جناب اسپیکر صاحب! کام کیا کر رہا ہے؟ tablet کہاں جارہے ہیں؟ hospitals

جناب چیئرمین:- یہ آپ معدنی وسائل پر بات کریں۔

میرزا بدھی رکیی:- بس میں نے یہ اس وجہ سے سی ایم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، minister health صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، اس لیے میں نے ان کی یاد دہانی کرائی کہ اس لیے میں نے یہ بات کی ہے۔ thank you

جناب چیئرمین:- ok. شکریہ زادری کیی۔ میر گھرام بگٹھی صاحب۔

نوائزدہ گھرام خان بگٹھی:- بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ آج یہاں جو وسائل کے بارے میں بات کی جا رہی ہے تو ایک چیز میں بھی ہاؤس کو بتانا چاہتا ہوں کہ جو کمپنیوں کے بارے میں آپ بات کر رہے ہیں، PPL ہو گیا یا OGDCL ہو گیا۔ ان کے ساتھ ہمارے بہت پہلے کے تعلقات ہیں، 1950ء سے۔ لیکن ہماری بدقتی یہ ہے کہ ڈیرہ بگٹھی میں 1953ء میں گیس نکلا۔ پورے پاکستان کو ہم نے گیس سپلائی کیا۔ آج 2019ء ہے، ڈیرہ بگٹھی ڈسٹرکٹ میں، پھر بھی ہم لوگ وہاں رہنے والے لکڑیاں جلانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ تو یہ بتائیں کہ کہاں کا انصاف ہے؟۔ اور یعنی ہمیں کون دلائے گا؟۔ ہمارے صوبے میں یہ پارلیمنٹ اتنی کمزور نہیں ہے کہ اپنے حق کے لیے آوانہ نہیں اٹھائیں۔ PPL CSR کی مدد کے اندر اربوں روپے سالانہ گیس کی مدد کے اندر، پانی کی مدد کے اندر، ہم لوگ بگٹھی قوم کے پیسے جو لے کر وہ utilize کر رہے ہیں، utilize نہیں کر پیش۔ کرپشن کر رہے ہیں۔ اگر آپ ان سے روپرٹ طلب کریں جناب اسپیکر! ایک لیٹر پانی میرے خیال میں امریکہ میں اتنا مہنگا نہیں ہو گا جتنا ڈیرہ بگٹھی میں ہے۔ وہ ہمیں PPL تیج رہی ہے بگٹھی قوم کو۔ بلوچستان کے عوام کو۔ اور پچھلے 15 سالوں سے OGDCL کمپنی نے گیس، وہاں strike کر رہے ہیں پیر کوہ گیس فیلڈ، زین گیس فیلڈ، اونچ گیس فیلڈ، ٹوبوگیس فیلڈ۔ وہاں کے جو کرائے جو پورے پاکستان میں جو وہاں کے زمینداروں کا حق ہیں، وہ آج تک انہوں نے نہیں دیا ہے۔ تو آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں اس کے لیے؟۔ جناب اسپیکر!

میرا، میں اپنی طرف سے ایک بات بول رہا ہوں کہ اس پر کوئی کمیٹی بنائی جائے۔ اور ان چیزوں پر تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ یہ ہمارے وسائل ہیں۔ یہ ہمارے مستقبل کے لیے استعمال کیے جائیں۔ یہ ہمارے بلوچستان کے وسائل ہمارے بلوچستان کے لیے سب سے پہلے استعمال کر کے یہاں ترقی لے کر آئیں۔ اس سے زیادہ بات نہیں کروں گا۔ بہت شکر یہ جی۔

**جناب چیئرمین:-** جو کرننا تھا وہ کر لیا۔ جی جناب سید فضل آغا صاحب۔

**انجینئر سید محمد فضل آغا:-** جناب اپنے! میں آج یا 28 تاریخ سے یا اس سے پہلے بھی ان resolutions پر بحث ہوتی رہی۔ پہلے بلوچستان کے ساحل اور وسائل اور معدنیات پر تو میں ایک لطیفہ سناؤں گا جام صاحب کے بھی گوش گزار کروں گا۔ اپنی تمام ساتھیوں سے معدرات کے ساتھ۔ 10 محرم کو ہمارے شیعہ بھائی ماتم اور سنی بھائی غم کر رہے تھے۔ تو ایک عیسائی یا انگریز وہاں سے گزرا۔ اس نے دیکھا کہ بھائی یہ ماتم کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ تو کسی نے پوچھا ”کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟“ اس نے کہا کہ جی یہ اس طرح حضرت امام حسینؑ کو اس طرح شہید کیا گیا تھا کہ بلا میں۔ وہ کہتا ہے، اچھا یہ کب ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ 1400 سال پہلے۔ کہتا ہے ”اچھا ان کو آج خبر ہوئی؟“ تو ہمیں یہ مسئلہ تو 70 سالوں سے ہیں۔ اور اس پر کئی حکومتیں آئیں اور گئیں۔ اور بلوچستان کو 70 سالوں سے لوٹا جا رہا ہے۔ یہ آج کی بات تو نہیں ہے۔ یہ ریکوڈ کا قصہ ہو، یہ سیند کا قصہ ہو۔ سوئی گیس جب پورے ایشیاء میں شاید اُس کا ذکر نہیں تھا، آپ کو 4ر و پے source پر دے رہے تھے، دے رہے تھے۔ آج دوسو پچاس، دوسو ستر روپے کا مل رہا ہے پورے پاکستان کو یہ سب کچھ چلا گیا۔ آج یہ سب ہو چکا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ بہت سارے ہمارے معدنیات کو انہوں نے exhauste کر لیا۔ آج جو ہو رہا ہے تی پیک کے ہوالے سے آپ کے پاس بہت بڑا ساحل جو ہے یہ قدرتی وسائل میں سے ہیں۔ وہ بھی لوٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارے جتنے بھی یہاں اس اسمبلی میں میٹھے ہوئے لوگ تھے، پچھلے 70 سالوں سے ان سب کا اس میں قصور ہے۔

**وزیر پنجکہ خوراک:-** 55 سالوں سے۔

**انجینئر سید محمد فضل آغا:-** اچھا! 55 سالوں سے، چلیں 55۔ تو یہ 55 سال سے یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے اور آج بھی یہ ہو رہا ہے اب اٹھارویں ترمیم کے بعد ہمیں کچھ ہمارے ہاتھ پاؤں کھل گئے ہیں۔ تو میں بجائے اس کے کہ ہم زیادہ اسکو کھو جتے رہیں، روتے رہیں۔ میں جام صاحب! آپ کی توجہ چاہیے۔ یہ آپ کی حکومت میں بھی شامل ہیں۔ جب یہاں آپ آتے ہو تو آپ کے ساتھ وہی چکے رہتے ہیں، ہم اپوزیشن والے

بیچارے جائیں تو کہاں؟۔

قائد ایوان:- آج تو آپ لوگ بھی آئے تھے آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- نہیں، ہم تو پانچ مہینے کے بعد آئے۔ وہ بھی آپ نے ٹرغا دیا۔ خدا کے لیے جب یہاں آتے ہیں، ہم کوئی مقصود کی بات کرتے ہیں، ان کو سنائیں آپ کی ذمہ داری ہے۔ اب آپ کے ذمہ بہت بڑا بوجھ ہے 5 سالوں کا۔ جام صاحب نے اس وقت ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔۔۔ (داخلت)۔

جناب چیریمن:- جی ہاؤس کو آرڈر میں رکھیں۔ آپ اس طرح بیٹھ کر کوئی بات نہیں کریں please۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- جناب اسپکٹر! آپ ہاؤس کو آرڈر میں رکھ دیں۔ یہ کیف ٹیکری نہیں ہے کہ اس طرح کے جملے کہے جا رہے ہیں۔

جناب چیریمن:- بس کیا کریں آغا صاحب! آپ بڑے ہیں، آپ شروع کر دیتے ہیں تو۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- یہ اتنے یعنی بیچارے ایک طرف سے تو قوم پرستی کی بات کرتے ہیں، دوسرا طرف سے ہم آج پانچ مہینے کے بعد سی ایم ہاؤس گئے ہیں۔ اور ایک ایک پکوڑہ کھایا ہے۔ وہ بھی اصغر خان کو ہز منیں ہو رہا ہے۔ ”کہ ایک پکوڑہ بھی کیوں کھاتے ہو؟“ اب یہ روز روشن، شام۔۔۔ (داخلت)۔

جناب چیریمن:- تو آپ کام کے لیے گئے تھے، پکوڑہ کیوں کھایا؟۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- بھائی ایک، ایک۔ میں نے تو نہیں کھایا، میرا روزہ ہے، باقیوں نے کھایا ہو گا تو کھایا ہو گا۔

جناب چیریمن:- سردار صاحب! آپ kindly بیٹھ کر بات نہیں کریں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ جام صاحب چونکہ ابھی ٹیکم لیڈر ہیں اس ہاؤس کے بھی لیڈر ہیں۔ ان معاملات میں ہم بھی جام صاحب کے پیچھے کھڑے ہیں۔ جام صاحب! پچھلے دونوں میں بہت بھاگ دوڑ میں اسی سارے ائمیں لگے ہوئے تھے۔ تو بہتر یہ ہے کہ ہم جام صاحب سے اس معاملے پر سین کہ گزشتہ جو سیندک ہے، ریکوڈ ک ہے یا اس کے حوالے سے، سمندر ہے، ہی پیک ہے، ہو سکتا ہے کہ اس لیے کہ ہمارے چینیں تو یہی ہیں۔ اب ایک گئے تو دوسرے آئے، بھائی جام صاحب! خدا کا واسطہ ہے۔

جناب چیریمن:- جام صاحب! سن بھی رہے ہیں اور کام بھی کر رہے ہیں، ڈبل ڈبل۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- نہیں یہ تو نہیں ہو سکتا ہے، ولی تو نہیں ہیں، اتنے ہو گئے کہ سن بھی رہا ہے، کام

بھی کر رہا ہے۔ تو جام صاحب! آپ سے گزارش یہی ہے کہ آپ سے سننا چاہیں گے کیونکہ ہم سب اسکے لیے پریشان ہیں۔ تو اس کے ساتھ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ تو جام صاحب! ہمیں تسلی دیں۔

جناب چیئرمین:- جی شکر یہ سید محمد فضل آغا صاحب! conclusion پر جام صاحب جائیں گے میرے خیال میں اور نہیں ہیں۔ ہے اپنا سریاب روڈ۔

وزیر خوارک:- سریاب روڈ کا کیا مطلب؟۔

جناب چیئرمین:- ایم پی اے ہے ناں۔ احمد نواز بلوج صاحب جی بسم اللہ کریں۔

حاجی احمد نواز بلوج:- آج تو سردار صاحب بائیک پر آئے ہیں۔ بہت خوش ہے۔ ماشاء اللہ 23 لاکھ کی میرے خیال اس کی بائیک ہے۔ بغیر ہیلمٹ کے sir چالان کر دیں اُس کو آپ۔

جناب چیئرمین:- اچھا۔

حاجی احمد نواز بلوج:- جی ہاں sir۔

جناب چیئرمین:- یہ تو ابھی کہہ دیتے ہیں۔

حاجی احمد نواز بلوج:- بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکر یہ اسپیکر صاحب آج ہم بلوجستان کی ان معدنیات پر ورہے ہیں جو ہمیں 70 سالوں سے PPL یا OGDCL یا ہمارے جتنے بھی یہاں کے companies ہیں، ان کے خلاف ہم رورہے ہیں۔ ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ وہ جہاں جہاں سے ہمیں یا جہاں جہاں سے ہماری معدنیات کو لے کر وہ جارہے ہیں وہ وہاں ہمیں اسکوں، کافی یا وہاں ہمیں ایسے hospitals دیتے جو آج ہم خوشی سے ان کے نام یہاں اسمبلی میں لیتے۔ تاکہ وہ ادارے اپنے وہ جو خامیاں تھے وہ درست کر دیتے۔ مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں treasury benches سے اور یہاں سے دونوں ان کے خلاف بات کی جا رہی ہیں۔ تو میں مجھ کے مقام پر ہمارے گیس اور تیل کی جو ذخائر دریافت ہوئی ہیں، جو کمپنی وہاں پر اپنا کام کر رہا ہے۔ تو وہ ان علاقے کے عوام کو ان زمینوں سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔ اور D.C. through کے ہو یا کمین اپنی درخواست پیش کی ہوئی ہیں کہ یہ زمینیں ہماری ہیں۔ اور ہمیں اور ہمارے علاقے کو ترقی دی جائے۔ ترقی کے ہم مخالف نہیں ہیں۔ مگر ہمارے وہاں جو غریب جو ہمارے دھقان یا کسان وہاں کے وہ بیچارے میرے خیال میں وہ گیٹ سے بھی اس کو نہیں چھوڑا جا رہا ہے۔ تو میں اس ایوان کے through سے، قائد ایوان بیٹھ ہوئے ہیں، بلوجستان میں جہاں بھی معدنیات نکالی جائیں، وہ ایک جو اصول ہے، جو دنیا کی ہیں، وہ میرے خیال میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور قائد ایوان اس پر میرے خیال میں وہ پہلے

بھی قدرتی وسائل کے وفاقي وزیر بھی رہ چکے ہیں۔ تو انکو پابند کیا جائے کہ بلوچستان میں جہاں بھی چاہے سیندک ہو۔ داوا پ ہو، دودر ہو۔ یا ہمارے جتنے بھی سوئی کے جونو ابزادہ نے کہا ان کو 70 سالوں سے وہاں ہمارے علاقے میں سوئی، ڈیرہ بکٹی اور ہمارے کوئئی میں ایسے مقامات ہیں کہ وہ جیسا کہ اغبر گ ہے، جو ملک نعیم صاحب ہر دفعہ وہاں کہتا ہے کہ گیس نہیں ہے۔ تو ایسا کوئی پالیسی بنے کہ جو ہمیں بلوچستانی عوام کو وہاں فائدہ ہو، ہمارے بچوں کو اسکالر شپ کے لیے بھیجا جائے۔ ہمارے ڈاکٹرز، انجینئرز، جو وہاں میڈیکل کالج بر بنیں۔ نہ کہ ہمیں ایک وہ مالی کی ڈیوٹی دیتے ہیں۔ وہ بھی جب ان کی مقصد پورا ہوتا ہے۔ ان کو بھی دھکا دے کر نکالا جاتا ہے۔ خدارا!

ہمارے وسائل بہت وسیع ہیں۔ ہمارا ایک تاریخ ہے۔ اگر ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لیے انھیں محفوظ نہیں کریں تو میرے اخیال میں جو آنے والی نسل ہے، جو فلسطین کا مثال ہے کہ وہ اپنے چھوٹے سے بچے کو بھی جب اپنے دادا کے قبر پر جاتا ہے تو اسے لعنت کرتا ہے کہ آپ بھی اس عیش و عشرت کی وجہ سے آج ہم در بر رہ اور *suicide* کر رہے ہیں۔ تو میں اس ایوان کے through اپنے قائد ایوان اور یہاں بلوچستانی عوام کی طرف سے ایک نمائندہ بن کر اس ایوان میں اُن کی وارکوپیش کر رہا ہوں کہ ہمارے جہاں بھی وسائل ہیں ان کو save کیا جائے۔ ان کو محفوظ کیا جائے۔ اور جتنے بھی ہمارے دراصل انتیشنسن لاء ہیں، اس لاء کی through ہم ان کو، ان کمپنیوں کو یہاں کام کرنے دیں۔ میں قائد ایوان اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آج کی اس ہماری بحث کو آپ ان کانفروں میں نہیں رہنے دیں۔ اس کو آگے بھی لے جائیں۔ اور ان کمپنیوں کو آپ بلائیں۔ ایک ہمارے اسمبلی ممبر ان کی اُن سے ہماری ایک میٹنگ کرائیں یا گورنمنٹ لیول پر۔ ہمارے حزب اختلاف کو بھی ان کے ساتھ بٹھایا جائے تاکہ جو بلوچستان میں قانون نہیں، اُن میں ہمارے حزب اختلاف کی بھی کوئی آ جائیں۔ بہت بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین:- جی شکریہ احمد نواز۔ جی اصغر اچنڑی۔

اصغر خان اچنڑی:- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکریہ جناب اپیکر۔ یقیناً آج کے ایجادے پر چاہے وہ اس سے پہلے دو قراردادیں تھیں یا ابھی جس ایجادے پر ہم بات کر رہے ہیں۔ ہم سب بلوچستانیوں کیلئے انتہائی اہمیت کے حامل ایجادے ہیں۔ یہ یقیناً میں بد قسمتی کہوں جناب اپیکر! خوش قسمتی کہوں۔ ایک طرف ہم ایک ایسے دھرتی کے مالک لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے۔ کسی بھی لحاظ سے اللہ نے ہمیں کسی کے آگے محتاج نہیں بنایا ہے۔ بلکہ اگر آج ہمارے وسائل ہمارے استعمال میں ہو جائیں تو مجھے پورا یقین ہے کہ ہمارا تو دُنیا میں کوئی بچہ کسی سے بھیک مانگنے نہیں جائیگا۔ بلکہ دُنیا ہم سے بھیک مانگنے

پر مجبور ہو جائیگی۔ بدقتی ہماری یہ ہے کہ ہمیشہ ہمارے ہاں ہماری ہی حکومتوں نے اپنے وسائل کا دفاع نہیں کیا ہے۔ ہمارے اپنی ہی حکومتوں نے اُن سنجیدہ مسائل پر توجہ نہیں دی ہے جس سے ہم اپنے صوبے کے عوام کو، جس سے ہم اپنے صوبے کے یہ وزگار نوجوانوں کو روزگار دے سکیں۔ پُر امن خوشحالی کی طرف لے جاسکیں۔ تو ایک بدقتی ہم کہہ سکتے ہیں۔ آج اگر ساحل سمندر کی بات کی جائے۔ سیندھ کی بات کی جائے۔ یا جس طرح دوستوں نے بات کی، ہمارے کوئی بات کی جائے۔ اور جزوٹ اللہ نے ہمیں دیا ہے۔ آج اس روٹ کے مناج ساری دنیا ہے۔ چاہے وہ آپکا طور ختم جلال آباد روٹ ہو یا آپ کا جہن سے افغانستان ہوتے ہوئے آزاد یا ستوں کا روٹ ہو۔ لیکن پتہ نہیں بلوچستان اس ملک کا حصہ نہیں ہے۔ یا اس ملک کے حکمران بلوچستان کو اپنا حصہ نہیں سمجھتے ہیں۔ جس صوبے کے وسائل سے ہم اس پورے ملک کو، جس صوبے کی سر زمین سے ہم اس پورے ملک کو خوشحال اور ترقی کی راہ پر گام زدن کر سکتے ہیں۔ اس پر کوئی توجہ نہیں ہے۔ ایک ایسے روٹ جس کو مغربی روٹ کا نام دیا جا رہا تھا۔ جس سے سی پیک کے ذریعے سے ہم سب پُر امید اور ایک امید باندھے بیٹھے تھے۔ اس میں سب کچھ ہو گیا۔ لیکن ہمارا نام نہیں ہے۔ وہ گوادر جسکی وجہ سے یعنی ہم دنیا میں یہ ڈھنڈو را پیٹتے گھوم رہے ہیں کہ گوادر کی وجہ سے اس خطے میں ایک تبدیلی آئی ہے۔ اس سے اسلام آباد باخبر ہے۔ لیکن بلوچستان خود بے خبر ہے۔ اور گوادر کو اس سے متعلق کوئی پتہ ہی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ہمارے تجارتی و کاروباری سلساؤں پر توجہ دی جائے تو یقیناً ہم بلوچستان نہ اس ملک کے اندر اور نہ خداخواستہ باہر کسی دنیا کے آگے محتاجی کیلئے ہاتھ پھیلا میں گے۔ تو میری یہ خواہش ہے۔ میری یہ request ہے کہ کم از کم ہم بحثیت بلوچستانی چاہے یہاں پر حکومتی پیپلز یا اپوزیشن پیپلز ہیں۔ ایک ایسی پالیسی وضع کر دیں کہ جس سے کل کا بلوچستانی مستفید ہوں۔ جو کل کے بلوچستانی کیلئے اس حوالے سے کوئی وہم نہ ہو۔ کوئی فکر لاحق نہ ہو۔ کہ میرے وسائل میرے اختیار میں نہیں۔ میرے استعمال میں نہیں۔ کسی دوسرے کے استعمال میں ہے۔ جس طرح اس سے پہلے میں نے جناب اسپیکر! جب میں چیئرمین ہاتھا۔ میں نے کہا یہ قرارداد یہ ہم لائے ہیں۔ میں نے خود ڈرافٹ اسکو کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس چیئرمین میں بیٹھا تھا۔ میں اس پر گھل کر بات نہیں کر سکا۔ یعنی ہم اپنے اندر ہی اپنے ہی مسائل میں کچھ اس طرح سے ہمیں گرائے گئے ہیں کہ مر بھی رہے ہیں۔ چیخ بھی رہے ہیں۔ لیکن ہمیں اندازہ بھی نہیں ہے کہ کہاں سے یہ سب کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ جس طرح کچھ واقعات کا ذکر ہوا۔ یہی واقعات ہمارے صوبے میں ہمارے سامنے دن دیہاڑے ہوئے ہیں۔ آٹھ اگست سے لیکر اب کھڑکوچہ مستونگ تک آپکی۔ یعنی ہمیں خوف اور وہم کے سامنے میں رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمیشہ ہمارے سر پر ایک تلوار لٹکائی جاتی ہے کہ

اگر آپ ہمیں تو آپ کے ساتھ پھریہ ہوگا۔ ہمیں اس خوف سے نکلا ہوگا۔ ہم اگر بلوچستان کی اجتماعی مفادات کی فکر پر اکٹھے ہوئے۔ اپنے مسائل کا حل ڈھونڈیں گے تو مجھے پورا یقین ہے کہ کل کے بلوچستان میں انشاء اللہ ہم سُرخُرُد ہوئے۔ جس طرح میں نے لیویز کی یہاں پر قرارداد اس سے پہلے جو آئی تھی۔ جو پاس ہوئی تھی یا نہیں۔ ایک اہم فورس جو یہاں پر صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ اس فورس کو پتہ نہیں کیوں لوگ تسلی ہوئے ہیں کہ اُسکو ختم کیا جائے۔ جو ہم میں سے ہی ہیں۔ جو ہمارے ہی اپنے لوگ ہیں۔ یہ تو شکر ہے کہ آج متفقہ اس پر قرارداد بھی پاس ہوئی۔ اس پر ہمارے قائد ایوان نے بات بھی کی ہے۔ لیکن آج بھی ہمیں پتہ ہے کہ اس پیر کے نیچے سے وہ ٹائر لگے ہوئے ہیں۔ کبھی ایک دفتر کے آگے تک۔ کبھی دوسرے دفتر کے آگے تک یجا نے کی لوگ کوشش کرتے ہیں۔ ایک ایسی فورس جس کے پاس 10% ایریا ہے۔ جس سے پورا بلوچستان نامید ہے۔ اور اس سے کسی لیوں پر کوئی امید بھی نہیں رکھتا ہے۔ اور ایک ایسی فورس جس کے پاس نوے فیصلہ علاقہ ہے۔ جس نے ہمیں امن بھی دیا ہے۔ اس کو ہم ختم کرنے پر تسلی ہوئے ہیں اور ایک ایسی فورس کے حوالے ہم اپنے آپ کو حوالے کر رہے ہیں۔ جس کا ہم نے ساہیوال میں رزلٹ دیکھا۔ جس کا ایسی پی راؤ انور دندنا تا پھرتا ہے۔ ریٹائرڈ ہو کر نہ عددالت کے کنٹرول میں ہے۔ نہ کسی اور کے کنٹرول میں آتا ہے۔ یا ایک ایسی فورس ز کے حوالے ہم اپنے آپ کو کر دیں۔ جس کا ہم نے کل قصور میں سب کچھ دیکھا ہے۔ تو کم از کم جناب اسپیکر! بلوچستان روایات و اقدار کا میں صوبہ ہے۔ یہاں پر ہمارے بزرگوں کی قربانیاں ہیں۔ یہاں پر شہداء کی بات ہوئی۔ یعنی ہم سب بیٹھے ہیں۔ آپ آج معلومات کر لیں۔ آپکے یہاں پر جتنے بھی خواتین ہماری بہنیں بیٹھی ہیں۔ ان میں سے ہر دوسری کسی شہید بھائی کی بہن ہے۔ کسی شہید باپ کی بیٹی ہے۔ میں خود آپکے سامنے ہوں۔ یعنی جناب اسپیکر! جس نے ڈرڈنیں دیکھا ہو۔ اللہ اُس کو نہ دکھائے۔ لیکن جس نے ڈرڈ دیکھا ہے۔ اُسکو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ڈر دکتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ ان دردوں سے ہم گزرتے رہیں گے۔ اور خود ہی اپنے پاؤں پر ہم کلہڑی مارتے چلتے جاتے ہیں۔ تو کم از کم بحیثیت بلوچستانی اس صوبے کے وسائل کی دفاع کیلئے ہمیں اکھٹے ہوئی چاہیے۔ کچھ بھی ہو جائے۔ کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے ہمارا۔ لیکن یہ ہے کہ ہم ثابت قدم رہیں گے۔ اگر ہم اس بات پر اتفاق کریں گے کہ ہماری عزت۔ ہماری وسائل کی جنگ۔ ہماری ساحل کی جنگ۔ ہماری امن و امان پر ہم کوئی compromise نہیں کریں گے۔ چاہے کسی کو اچھا لگے۔ چاہے کسی کو بُرًا لگے۔ ہمارے درمیان سے یہ نفرتیں ختم ہو جانی چاہیے کہ آپ کون ہو؟۔ میں کون ہوں؟۔ ہم اس صوبے کے باسی ہیں۔ تو اس صوبے کے باسیوں کی طرح۔ بھائیوں کی طرح اگر ہم مسائل کو اپنے درمیان discuss کریں گے۔ اور اسے حل کرنے

کی کوشش کریں گے۔ تو کوئی تیری قوت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہے۔ تو لہذا آج کے اس اجھٹے پر خصوصاً جو معدنی اور قدرتی وسائل سے متعلق ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ حکومت بلوچستان اپوزیشن کے ساتھ ملکر کے ایک ایسی پالیسی وضع کریں کہ اس صوبے کے ایک ایک چیز کی ملکیت حکومت بلوچستان کی تصور ہو۔ کسی اور کی نہ ہو۔ حکومت بلوچستان اس پر ہر لحاظ سے فیصلے کا اختیار رکھتا ہو۔ ابھی آپ دیکھیں جناب اپسیکر! ہمارے ساتھ ایک قانون ہے۔ دوسروں کے ساتھ دوسرا قانون ہے۔ پچھلی حکومت میں ہم نے دیکھا شہباز شریف ترکی گئے۔ دُنیا جہاں کو پھر کرپچھ بھی کسی کے ساتھ کر سکتا تھا۔ ہر قسم کے معاملے کر سکتا تھا۔ لیکن ہمارے ساتھ ایران ایک کلو میٹر کے بارڈ پر بھی نہیں ہے۔ ہمارے آدھے صوبے کی بھلی وہ ہمیں اس سے مستغیر کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں بھیثیت حکومت پتہ نہیں کیوں یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ یا ہم وہ اختیار اپنے اندر رکھتے ہوئے محسوس نہیں کرتے۔ ہم نہیں کر سکتے۔ ہم افغانستان کے ساتھ یعنی وہ مراسم تصور ہی نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اگر آپ دیکھ لیں جب ہمارے پنجاب۔ ہمارے مرکز کی حکومت کو جب بھی ہندوستان کے ساتھ مذاکرات یا اُنکے ساتھ تعلقات میں بہتری لانے کی کوئی سوچ پیدا ہو جاتی ہے۔ تو راتوں رات وہ بیٹھ بھی جاتے ہیں۔ مطلب میں کیا کہوں۔ مشاعروں سے لیکر اداکاروں تک سب کچھ ایک ساتھ کر بھی لیتے ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ وہ کرتار پور اہم اری بھی کھول سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس طرف ہاتھ اٹھا کر سلام بھی ڈالیں تو ہم پھر غدار۔ آپ بلوچی اگر ایران کی طرف سلام کر لیں تو بھی آپ غدار۔ ان تصورات سے ہمیں نکانا ہو گا۔ ہمیں اپنے مسائل پر کھل کربات کرنی ہو گی۔ اور اسکی حل کیلئے ایک واضح حکمت عملی ترتیب دینی چاہیے۔ بڑی مہربانی جی۔

**جناب چیئرمین:-** جی شکریہ اصغر اچنڈی صاحب۔ میرے خیال میں conclusion پر جام صاحب بتائیں گے۔ جام صاحب! ایک تو آپ کا آفیشل گلیری بالکل میرے خیال میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ کے آفیسرز بہت کم آئے ہیں۔ کبھی ایک نوٹس لیں۔ اور دوسری ایک تو گہرام گئی صاحب نے بات کی۔ ڈیرہ گئی سے گیس نکل رہی ہے۔ اور ڈیرہ گئی میں نہیں ہے۔ اگر پائپ لائن سے نہیں ہوتا۔ کوئی پلانٹ کا اسکا approach کریں۔ آپ اس ڈیپارٹمنٹ میں بھی رہے ہیں۔

**سردار عبدالرحمن کھیتران (وزیر خوارک):-** پانی کا بھی کچھ کہا ہے۔ ایک لیٹر کتنے کا دے رہے ہیں وہ بھی۔ **جناب چیئرمین:-** ہاں۔ یہ کم از کم ڈونبیں ہو سکتا ہے۔ باقی چھاس سال میں اگر کہیں پہنچ سکتا ہے تو ڈیرہ گئی میں پہنچے یہ۔ اور اب قائد ایوان میرے خیال میں conclusion اس پر بات کریں گے۔

قائد ایوان:- بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ سب سے پہلے توجی آپ نے ذکر کیا گیلری کا، عموماً آفیسرز میرے خیال آپکے سیکرٹریٹ تو کال کرتا ہے، وہ آتے ہیں۔ کل کا بھی دن میں نے دیکھا تھا۔ تقریباً زیادہ regularise engagement concerned ministries جو بھی ہوتی ہے subject جن کا concerned ہو یا جن کا اس اسمبلی کے اندر سیشن میں جو بھی کوئی ورگ کام چل رہا ہے۔ ان کی موجودگی ویسے بھی لازمی ہوتی ہے۔ اور جہاں پر کمی بیشی ہے اُس کو بھی انشاء اللہ دیکھ لیں گے۔ معدنیات کے حوالے سے میرے خیال کل کا پورا دن بھی ہم نے کسی حد تک بحث و مباحثات، تجاویزات، چیزیں، یہ ساری چیزیں آرہی تھیں۔ اور تھوڑی تاخیر کسی میٹنگ کے حوالے سے ہوئی تو آج اُس کو conclusion میں رکھا گیا۔ اور آج بھی بہت سارے دوستوں نے اپنے ڈنی حوالے سے جو بھی چیزیں اُنکے ذہن میں آرہی تھیں۔ ان کا شیر بھی کیا۔ کل کے دن بھی کیا تھا۔ کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپوزیشن کو جو چیز ہم کر چکے ہوتے ہیں۔ اُس کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے۔ اور وہ پھر ایک قرارداد کی صورت میں اچھا آ جاتا ہے۔ لیکن خیر یہ اچھا ہے۔ ہم اُس پر بحث کرتے ہیں۔ اُسی لحاظ سے جس طرح لیویز کے حوالے سے بات ہوئی تھی۔ معدنیات کے حوالے سے بھی ابھی تک حکومت بلوچستان کن کن کی چیزوں سے آگے پہنچ چکی ہے۔ کیا کیا policies ہیں۔ کیا کیا طریقہ کار ہیں۔ اُن سب میں ایک تھوڑی سی update آپ کو دیتا چلوں گا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے جو rules ہیں، وہ 2002ء کے ہیں۔ جو منزل رولر ہمارے کھلاتے ہیں۔ اور یہ منزل رولر 2002ء کے بعد بلوچستان میں کمی update بھی نہیں ہوئے ہیں۔ اور ان میں آگے توسعی بھی کمی نہیں ہوئی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس منزل رولر کے تحت بہت سارے ایسے agreements ہیں جو ہم نے اور پی ایل ہو یا پی ایل کا طریقہ کا رہو۔ اسی process سے آگے چلتا ہے۔ اور قانون سازی اور سارا اس کتاب کے تحت چلتی ہے۔ فوراً آتی ہے ہماری جس طرح ترجیحات بلوچستان کے ساحل و وسائل، زمین۔ ہر چیز کی طرف ہے۔ کوشش ہماری یہ پوری رہی ہے کہ ہم عملی طور پر۔ پر میٹنگ کی اس کو prove بھی کریں۔ اور بلوچستان کے اندر وہ قانون سازی بھی لائیں۔ وہ روند بھی بنائیں۔ وہ طریقہ کار بھی بنائیں۔ جو عملی طور پر اور حقیقی معنوں میں اس کو protect بھی کریں۔ اور بلوچستان کے ساحل و وسائل اپنی جگہ پر، قرار رہیں گے۔ میری آپ کی تقاریر سے، ہمارے جلسے جلوسوں سے اگر یہ چیزیں حفاظتی طریقے سے اگر protected ہوتی تھیں تو بہت سالوں پہلے ہو جاتی۔ لیکن ہم نے سیاسی طور پر اس

پر بڑی بحث و مباحثے، بہت تائم سے کر رہے ہیں۔ لیکن عملی طور پر کبھی ان چیزوں پر کام نہیں ہوا۔ کیونکہ حکومت اُس وقت implement اپنے وہ طریقہ کار کو کرتی ہے۔ جب اُس کے procedures اُسکا Law ہوتا ہے۔ جب اُسکا کوئی قانون ہوتا ہے۔ اور اُس قانون کے تحت پھر آپ اپنی زمین کا تحفظ بھی کر سکتے ہیں۔ اپنے ساحل کا بھی تحفظ کر سکتے ہیں۔ اور اپنے وسائل کا بھی تحفظ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اگر نہ قانون ہو۔ نہ روزہ ہوں۔ نہ گیلویشنز ہوں۔ نہ amendments ہوں۔ نہ Acts پر کام ہو۔ اور ہم یہ محسوس کریں کہ ہم اپنے آنے والی نسلوں کو protection دیں گے۔ انکا future اچھا کریں گے۔ اُن کیلئے چیزیں بہت ہوں گی۔ تو یہ ہماری خواہش ضرور ہو سکتی ہے۔ لیکن عملی طور پر حقیقت میں اسکا نظریہ یہ ہو گا کہ by means of Law ہمارے ہاتھ بالکل بندھے ہوئے ہیں۔ تو اسی طرح ہم نے، آپ نے دیکھا ہوگا Honorable Speaker صاحب! کہ سب سے پہلا جو ہے قانون ہم لائے۔ وہ بلوچستان کی زمین کا قانون ہم لائے۔ کہ بلوچستان کے زمین کے اندر کوئی بھی ایسی کمپنی جو بیرون ملک ہو یا کوئی باشدہ ہو۔ بلوچستان کی زمین کی ملکیت اُسکے پاس نہیں ہو سکتی۔ یہ ملکیت حکومت بلوچستان کی ہو گی۔ اور حکومت بلوچستان جس طریقے سے آگے چاہے گی۔ چاہے وہ ایک ریٹائل میکنزم ہو۔ کوئی ریلیز میکنزم ہو۔ capital ہو۔ equity-based ہو۔ ہم کسی بھی طریقے سے پھر جا کر کام کر سکتے ہیں۔ تو ہم نے احمد اللہ اسی کی بنیت کے اور اسی coalition کے سب دوستوں کے مشورے سے یہ land-lease کا جو ایک طریقہ کار ہے۔ اس کو ہم لائے۔ اور احمد اللہ ہم نے pass کرایا۔ اور یہ ایک بہت بڑی achievement ہے۔ جو شاید پورے میں نہیں بلکہ بلوچستان میں تو ہوئی نہیں ہے۔ لیکن پورے پاکستان میں ابھی تک کسی صوبے نے بھی نہیں کیا۔ وہی میکنزم کو آگے رکھتے ہوئے ہم نے حالیہ جس چیز پر ہم کام کر رہے ہیں۔ وہ mineral-policy ہے۔ اور احمد اللہ 2019ء میں ایک پارلیمنٹ پر باقاعدہ ہمارا کام ہو رہا ہے۔ اور انشاء اللہ اس سال 2019ء میں ہم ایک باقاعدہ جامع mineral-policy کیلئے لائیں گے۔ چونکہ بلوچستان کی دو، یہی چیزیں ہیں جو اسکا سب سے بڑا ایک وسیلہ بھی ہیں۔ اور اسکا ایک خزانہ بھی ہیں۔ ایک اُسکی زمین ہے۔ اور ایک اُسکا natural-resource ہے۔ کسی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے بلوچستان کی زمین کے حوالے سے ایک ایسی قانون سازی کی ہے جو انشاء اللہ آنے والے generations میں بلوچستان کے لوگوں کو بہت فائدہ دے گا۔ اگر ہم نے اُس کو صحیح implement کیا۔ اور جہاں تک دوسری چیز کی بات ہے وہ بلوچستان کے mineral resources ہیں۔ جن کو ہم معدنیات کہتے ہیں۔ اب اُن معدنیات کو صحیح

طریقے سے استعمال میں لانے کیلئے کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے؟ 2002ء کی جو پالیسی بنی ہے۔ میں correction کرتا چلوں کہ کل تھوڑی بہت اُس پر بحث چلی کہ 2002ء کی پالیسی کی وجہ سے ریکوڈ ک ہمارے ہاتھ سے گیا۔ لیکن اُسکی correction کہوں گا۔ یہ 2002ء ریکوڈ کی پالیسی کی وجہ سے نہیں گیا ہے۔ ہماری پالیسی اپنی جگہ بالکل intact ہے۔ حکومت پاکستان کا ایک bilateral agreement ہے۔ اور وہ ہے آسٹریلیا کے ساتھ۔ جس کی بناء پر ہم اُس جو treaties ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر ہماری commercial agreements ہیں۔ یا کچھ اور چیزیں ہیں۔ وہ ہمیں کچھ پابند کر دیتی ہیں۔ کہ وہ اصول بھی دیکھے جائیں گے جو دوسرا ممالک میں ہیں۔ یا کم از کم third-party میں international Courts میں کہیں جانا پڑتا ہے۔ اگر وہ چونکہ میں حالیہ میں اس بات کو اس لئے دوہارا ہوں کہ میری جب بات ہوئی تھی اسلام آباد میں کچھ اداروں کی ساتھ جو کہ خاص کر ریکوڈ کے حوالے سے، کیس کو ہم دیکھ رہے تھے تو وہ بھی بار بار اسی چیز پر لارہے تھے کہ دیکھیں جی! وہ اگر آپ کینسل نہ کرتے اور اگر آپ ڈیپارٹمنٹ cancel نہ کرتا تو آج کوڑت میں مسئلہ بھی نہ ہوتا آج انٹریشل کوڑت میں پیسے بھی دینے نہیں پڑتے۔ تو میں نے ان کی correction کرائی۔ میں نے کہا ہماری ایگریمنٹ cancelation کی وجہ سے ہم penalise ہم نہیں ہو رہے ہیں۔ ہم آپ کے جو bilateral treaty ہے۔ اُس کی وجہ سے پابند ہو رہے ہیں۔ اور یہ وہی treaty ہے جو ہمارا ترکی کی ساتھ بھی ہے۔ جس میں کار کے کا جو ایک بہت بڑا پروجیکٹ ہے۔ وہ بھی اسی طرح انٹریشل کوڑت میں گیا ہے۔ yes جو جو منزل پالیسی ہے وہ complete نہیں ہے۔ چونکہ آپ کو ہر ٹائم آپ کو اسکے اندر improvement یا لانی پڑتی ہے۔ تو ہم انشاء اللہ اس منزل پالیسی پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے۔ اور اس پر ہر طرح کے جو اس کے update ہیں، اُس کی تھوڑی بہت میں آپ کو اس کی detailing بتاتا چلوں تاکہ ہم چونکہ اتنے بڑے subject پر بات کر رہے ہیں تو تھوڑی بہت آپ کے توسط سے پارلیمنٹ کے لوگوں کو بھی update ملے۔ اور میڈیا کے through باقی لوگ ہیں اور اسمبلی کے اندر بھی ریکارڈ میں آسکے۔ ایک تو میں نے آپ کو بتایا کہ 2019ء کا جو ایک پالیسی ہم بنارہے ہیں معدنی پالیسی، وہ انشاء اللہ 2019ء میں ہم اسکو ترتیب کر کے کابینہ میں لا کیں گے۔ اُس پر ہاں بھی بحث ہو گی اور باقاعدہ اس کو مزید بھی لایا جائیگا بحثیت An Act اسکو improvement کیلئے۔ پہلے مرحلے میں ہم نے بلوچستان کی معدنی پیداوار کی منصوبہ بندی کے حوالے سے بھی ایک طریقہ کار بنایا جا رہا ہے کہ ہم اپنی جو mineral یا

stone production ہے، اُس کو س انداز سے بہتر بھی کر سکتے ہیں۔ مارچ 2019ء میں انشاء اللہ ہم با قاعدہ ایک معدنیات کی سرمایہ کاری کے حوالے سے ایک سینما رجھی conduct کرنے گے جس میں ہماری کوشش ہو گی کہ بلوچستان کے اندر جو بھی طریقہ کارہے، local mine اور local investment کو شش ہو گی کہ بلوچستان کے اندر جو بھی طریقہ کار جاسکے۔ کہ ہمارے جو لوگ mines and opportunity owners کیلئے ایک طریقہ کار بھی دیا جاسکے۔ کہ ہمارے اس چھوٹے موٹے business کو ایسے آگے طریقہ کار سے کس طرح سے بڑھا سکتے ہیں، ٹیکنا لو جی کیا لے سکتے ہیں۔

investment of opportunity کیا مل سکتی ہیں۔ ایک ایسا ترتیب بلوچستان میں بڑا عجیب سا ہے کہ چند سال پہلے تک تو اگر آپ کے پاس 20 یا 25 ہزار روپے ہوتے تھے۔ تو آپ copper and gold کی کوئی بھی lease apply کر لیتے۔ یا 4 ہزار یا 3 ہزار یا 5 ہزار لاکھ روپے کی investment پر آپ ایک اربوں کے assets پر پہچا کے بیٹھ سکتے ہیں۔ اور پھر آپ اُس پر کام کریں یا نہ کریں۔ آپ اُس کو دس یا پندرہ سال تک ایسے ہی رکھے رہنے دیں اور چونکہ آپ نے ریلیز کروالی ہے، اب اُس کی افادیت نہ بلوچستان کو ملے گی، نہ بلوچستان کے لوگوں کو ملے گی اور نہ اُس علاقے کے لوگوں کو ملے گی۔ اب چونکہ اس پر بہت عرصے تک کام نہیں ہوا۔ تو ہم اس 2019ء کی پالیسی میں بہت ساری نئی چیزوں کو بھی لارہے ہیں کہ اگر ہم نے ان علاقوں کو چونکہ یہ بھی ایک وسائل ہیں بلوچستان کے، تو ہم ان کو کوڑیوں کے مول صرف چند ہزار روپے فیس دے کر کے صرف یہ نہیں کر سکتے کہ ہم لوگوں کو lease دیتے پھریں۔ اور بہت سارے لوگ آن گنت numbers پر lease لے جا چکے ہیں۔ جن کی تعداد ہزاروں میں ہیں۔ اور کام میرے خیال میں شاید 10% یا 15% اسکیمات پر بھی نہیں ہو رہے ہوں گے۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ ان سارے چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت ایک ایسی پالیسی بنائے جو ہم اپنے different areas میں معدنیات میں۔ ہمارے بہت sectoral difference ہیں جہاں پر کروماجیت ہیں، کہیں copper ہیں، کہیں پر coal ہیں۔ اور صحیح قسم کا investor اگر آتا ہے اور ماٹنگ لیز کے حوالے سے ہمارا فیس اسٹرکچر اور ہمارا یونیورسٹری پکڑنا بہتر ہونا چاہیے کہ یہ بلوچستان کو صرف یہ ایک محکمہ اس کی پوری ذمہ داری اٹھائے۔ موجودہ صورتحال میں بلوچستان حکومت صرف ڈھانی ارب روپے پورے معدنیات روپیں سے کماتی ہے۔ اور جہاں ریکورڈ کی بات کرتے ہیں اور جہاں سینڈک کی بات کرتے ہیں اور جہاں بلوچستان کے معدنیات اور وسائل کی اُن چیزوں کی بھی بات کرتے ہیں جنکا آج ہمیں پتہ بھی نہیں

ہے۔ اور وہ پورا سیکھ صرف ڈھائی ارب روپے دے رہا ہو تو یہ بڑی افسوسناک بات ہے۔ یہ ملکہ ہے جس ملکے کے اندر اگر دس سے پندرہ سال پہلے چیزوں میں اگر صحیح قسم کی تبدیلی لائی جاتی۔ اس کا mechanism کا royalty infrastructure-system فیں اسٹرکچر، اسٹرکچر کیا جاتا۔ یہ ملکہ ہے جس ملکے لینے کا طریقہ کار۔ ایسے بھی علاقے ہیں جہاں ای ایل (E.L)۔ 80 ہزار ایکٹر دیا گیا ہے۔ اور کام شاید وہاں پانچ سوا ایکٹر میں بھی نہیں ہو رہا ہو گا۔ لیکن کوئی ایسا mechanism نہیں ہے کہ آج وہ چیلنج کریں کہ جی آپ کے پاس اسی ہزار ایکٹر ان علاقوں میں معنیات کی صورت میں E.L کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو آپ کام کرنے پر کر رہے ہیں؟ تو ہم پہلی دفعہ ان سب structural چیزوں کو بھی دیکھ رہے ہیں کہ ایک طریقہ کار یہ بھی ہونی چاہیے کہ ایک آپ limit کریں ایریا میں۔ اور عام طریقے میں دنیا میں بھی آپ جائیں زیادہ سے زیادہ maximum بھی اگر آپ جاسکتے ہیں تو پانچ یا چھ ہزار ایکٹر سے زیادہ کوئی بھی مائنگ ایسی prospect نہیں ہیں کہ جو پانچ یا چھ یا دس ہزار ایکٹر تک بھی جاسکیں۔ لیکن ایک ایک lease 40 ہزار ایکٹر پر بھی اسی صوبے میں دی گئی ہے۔ ترقیاتی منصوبوں کیلئے جب تک ایک طریقہ کار اسکے benchmarks کر سکتا ہے اور ایک آپ کی minning strategy ایسی ہو سکتی ہے جو midtare-level ہم بنا رہے ہیں کہ ایک آپ کی minning strategy ہے اور ایک آپ local investors کو پیدا کر سکتے ہیں جو عام lease Owners کے ساتھ ملکراہیک investors opportunity create کر کے اُس پر کام کریں اور ایک طریقہ کار وہ ہے جو بڑے بڑے ہمارے ذخائر ہیں جہاں پر شاید ایک، دو، تین یا چار ارب ڈالرز بھی کہیں خرچ ہو سکتے ہیں۔ اُس کا بھی ایک mechanism حکومت بلوجستان بنارہی ہے کہ ہم خود Stakeholder ہوں، اور ہم ایک investment ایسا بنا سکیں جس پر ہم اپنا mechanism ایک ایسا بنا سکیں جس پر ہم اپنا investment بھی طریقہ کار اسکا بنا سکیں۔ ہم وہاں مائنگ انجینئرنگ سسٹم بھی develop کر سکیں۔ اور پھر ایک کنسورشیم کے mode میں حکومت بلوجستان خود ان چیزوں کو کرو بھی سکے۔ میں اس کی چھوٹی سی مثال آپ کو دوں گا۔ میری ایک ملاقات حالیہ دنوں میں جب اسد عمر صاحب سے ہوئی تھی تو انہوں نے ایک بڑا اچھا ایک طریقہ کار پنا ایک experience بتایا۔ کہ تھر کے اندر آپ نے دیکھا ہو گا تھر کوں پاور جو بھی بڑا production پر آئی ہے اور پاکستان میں ایک بڑے پیانے پر وہاں مائنگ کا کام چل رہا ہے۔ اور بڑا انٹرنشنل لیول کا چل رہا ہے۔ تو انہوں نے کہ جی ہم نے بڑا آسان طریقہ کیا۔ کہ ہم نے دنیا میں پہلے پتہ کیا کہ سب سے اچھی انجینئرنگ کمپنی کون سی ہے۔ جو مائنگ کا کام

کرتی ہے۔ ہم نے انکو approach کیا اور ان کو hire کیا اور پھر ہم نے دنیا میں یہ پتہ کیا کہ وہ کون سی کمپنی ہے جو ان انجینئرنگ کمپنیز کو یا اس پورے پروجیکٹ کو سپر واائز پچھے کر سکتی ہے۔ تو ہم نے اُس کمپنی کو hire کیا۔ اور تھرڈ نمبر پر ہم نے ایک طریقہ کار feasibility ہبائی، کہ اس پورے پروجیکٹ پر ہمیں finances کتنے چاہیے ہونے گے۔ اور پھر ہم نے approach investors کو کیا اور ان سے soft loans یا joint ventures میں اُن کو بلا یا اور ہم نے اپنا کام start کیا۔ اور جس میں حکومت سندھ بھی اُن کے ساتھ شامل ہے، اینگریز کمپنی خود شامل ہے اور پرانیویٹ جو Stakeholders وہاں کے لوگ ہیں اُن کو بھی کسی حد تک کوئی share holding دی ہوئی ہیں۔ تو یہ وہ ماذل ہے جو ideally suit کرتا ہے، صوبے کو بھی suit کرتا ہے اور کسی private sector کو بھی suit کر سکتا ہے۔ اور لوکل ایریا کو بھی suit کرتا ہے۔ تو کبھی کبھی ضروری نہیں ہے کہ کچھ چیزیں ہم خود نہیں کر سکتے ہیں۔ yes/no point of view سے شاید ہمارے expertise نہیں ہیں۔ لیکن hire تو ضرور کر سکتے ہیں۔ ہمیں hire کرنے سے ابھی تک کسی نے منع نہیں کیا ہے کہ ہم دنیا کے بہترین کمپنیوں کو ہم hire نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم hire کرنے کی وجہے ہم انکو مالک بنادیتے ہیں جو کہ پھر ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ تو ہم اس کا بھی ایک طریقہ کار انشاء اللہ بنارہے ہیں اور اس کے طریقہ کار میں جو بھی چیزیں آگئیں گی تو انشاء اللہ اُس کو بھی time to time ہم آپ کیسا تھہ share کرتے رہیں گے۔ اسی طرح آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہم نے حالیہ کابینہ سے اپنی منظوری کرائی تھی۔ coal Miners کی اور Labours کی۔ اور ان کے باقاعدہ کچھ قانون سازی ہوئی ہے۔ اور ہمارے کابینہ نے تقریباً تین سے چار قانون سازی خاص کر Labours کے حوالے سے، coal Labours کے حوالے سے بھی اور دوسرے Labours کے حوالے سے بھی ہم کر رہے ہیں تاکہ انکی کچھ safety ہو سکے۔ اور کچھ ذمہ داریاں Mine-Owners پر بھی ہو سکے۔ اور safety and security of the employees بھی ضروری ہے تاکہ ان مزدوروں کیلئے بھی ایک طریقہ کار بننا چاہیے، خاص کر ڈیپارٹمنٹ بھی follow کریں اور پھر Mine-Owners بھی اسکو follow کریں۔ یہ باقاعدہ تین، چار ایجنسٹا تھے جو ہمارے کابینہ میں approve بھی ہو چکی ہیں۔ اور انشاء اللہ تیب کیلئے اسمبلی میں بھی آئیں گے۔ جس پر باقاعدہ قانون سازی بھی بنے گی۔ اور گورنمنٹ آف بلوچستان انشاء اللہ کمپنی ایکٹ کے تحت ایک اپنی کمپنی خود بھی بنے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ آف بلوچستان سب سے بڑا Stakeholder تو گورنمنٹ آف بلوچستان کی اگر اپنی کمپنی ہو

تو ہم اس سے بہتر ہے کہ دوسروں کو ڈھونڈتے پھر یہ ہم اپنی کمپنی کو as a joint venture کے ساتھ engage کریں۔ اور اس میں زیادہ حوالے سے ایک جو شیر ہولڈنگ Stakeholders ہے، حکومت کے پاس ہی رہے اور حکومت ان سارے پروجیکٹس کے اندر انوٹمنٹ میں in-terms of equity بھی ہو۔ اور اس کا طریقہ کار میں شراکت بھی ہماری ہو۔ اور طریقہ کار بھی ہمارے پاس بھی as operating میں بھی ہم آسکتے ہیں۔ اور اس کا طریقہ کار میں other wise major share holder ہم آسکتے ہیں۔ لوكل یوں پرمعدنیات ڈیپارٹمنٹ میں بہت ساری چیزوں کو change کیا جا رہا ہے۔ خاص کردہ یہ ڈیپارٹمنٹ ہے منزل ڈیپارٹمنٹ جس پر شاید میں سمجھتا ہوں اور ہماری cabinet نے یہ محسوس کیا کہ ہم نے پچھلے کئی دہائیوں میں اس پر کوئی کام زیادہ تر نہیں کیا ہے۔ اور ہم ایک لوکل perspective میں، آپ نے دیکھا ہوگا، خضدار ہو، وڈھ ہو، لبیلہ ہو، خاران کا علاقہ ہو، آپ کا مسلم باغ کا علاقہ ہو اور اسی طرح coal کے حوالے سے چھاؤ لنگ ہو، کوئی کام زیادہ ہو، یہ وہ ایریا یہ میں جو mineral resources کے حوالے سے چھاؤ لنگ ہو، کوئی حدود ہو، یہ وہ ایریا یہ میں جو mineral-zonning کو منظر رکھتے ہوئے ہم نے کبھی یہاں mineral-zonning opportunity کو منظر رکھتے ہوئے ہم نے کبھی یہاں mineral industry کو ہم لاسکے۔ حالانکہ یہ mineral-zonning کی ہیں۔ اور نہ ہی ہم processing units کو بناتی۔ یہاں پر processing units کو منظر میں اپنے ہمیں وسائل دیتے ہیں۔ لیکن کس طریقے سے یہاں کام ہونی چاہیے، ایک اچھے قائم ہوتے۔ یہاں پر جب تک آپ میکنالوجی کو نہیں لائیں گے، تو بلوچستان کا چھوٹا Miner منافع میں کبھی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ کراچی کے اندر جتنے بھی کمپنیز ہیں اب انہوں نے باقاعدہ processing plants گائے ہیں جو value addition کر کے price کو اوپر لے جاتے ہیں۔ اور ہمارے لوگوں کے پاس نہ تو اتنے وسائل ہیں اور نہ ہی ہولڈنگ پاوارتی ہے۔ وہ صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ وہ پندرہ دن اپنے اخراجات کو برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سے جیسے time آگے بڑھتا ہے، وہ اُنکے لیے بھی بڑی مشکلات ہوتی ہیں۔ اسی طرح جس طرح ہمارا ایک زمیندار ہے۔ کہ زمیندار کے اندر بھی holding exactly power capacity نہیں ہوتی اور وہ پھر منڈی میں جا کے اونے پونے جو بھی اُسکو price ملتی ہے وہ اپنے مال کو نیچے دیتا ہے۔ اسی طرح mine owners بھی اسی طرح ہیں۔ تو ہم اسکا باقاعدہ ایک zonning process zones جیسے ہمارے آپ کہہ سکتے ہیں والبندین کا علاقہ ہے، خضدار کا علاقہ

ہے، حب میں already ایک قائم ہے۔ اسی طرح اگر آپ مسلم باغ میں already دیکھیں۔ جناب چیرمن:- جی شاء بلوج صاحب! وہ chair کو پیچھے کر کے اُس طرف بات نہیں کریں۔ آپ جیسے senior بندہ کر رہا ہے۔

قائد ایوان:- اسی طرح BDA ایک کرومینٹ کا ایک پروجیکٹ ہے جو کہ on-going ہے۔ جو انشاء اللہ سال complete بھی ہو جائے گا۔ کرومینٹ processing zone کا ہے جو مسلم باغ میں ہے، انشاء اللہ وہ بھی completion کی طرف آئے گا۔ تو تھوڑا value addition mine owner کو وہاں سے مل جائے گی۔ تو کم سے کم ان کی price addition ہو گی۔ آپ نے اشتہارات structure اُنکا تھوڑا بہتر ہو گا تو انکو فائدہ مل سکتا ہے۔ ہم نے پہلی دفعہ بلوجستان میں، آپ نے notice کو mine owners کو بھی کیا ہے بھی دیکھے ہوں گے تقریباً کوئی لگ بھگ ساڑھے تین سو through paper بھی کیا ہے اور بہت سارے ایسے leases ہیں جن کی منسوخی بھی ہو سکتی ہیں۔ جو باقاعدہ طور پر شاید کیونکہ system ہمارا کبھی ایسا نہیں تھا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ بہت سارے ایسے mines ہیں جن کے اندر بہت opportunity ہیں۔ شاید انہیں علاقوں کے دوسرا لوگوں کے ہاتھ میں ہوں یا ان کے leases ہوں۔ تو وہاں کام بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن یہاں باقاعدہ طور پر بہت سارے areas کو صرف apply کر کے رکھا گیا ہے۔ نہ وہ ML میں ہیں اور اگر ML کے مد میں آتے ہیں تو کچھ نہ کچھ حکومت کو اُس کا fee-structure بھی مل جاتا ہے۔ لیکن PL mode میں ہے تو PL mode میں صرف ڈسال سے چل رہی ہے۔ اور ML mode بھی نہیں آئے ہیں تو اس میں بھی department نے بہت کام کیا ہے اور باقاعدہ اس میں cancellations کی طرف بھی ہم جا رہے ہیں۔ notices کی بھی طرف جا رہے ہیں۔ اور اُس کو بہتر کرنے کی طریقہ کار کو بھی آگے بہتر کرنے میں کوشش کی جا رہی ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ وہ کچھ چیزیں ہیں جو کہ ایک بڑے perspective میں mineral department میں ایک process ہمارا چل رہا ہے۔ حالانکہ ہمیں کہنے کی توجیہ بات نہیں ہے لیکن ایک نئی گورنمنٹ کے لیے سارے departments اور سارے محکموں میں آپ جس جس department کو دیکھیں گے انشاء اللہ ہم نہ صرف اُنکے mechanism کو بہتر کر رہے ہیں بلکہ ہم ہر ایک محکمے میں ایک قانون سازی لا کے اُس کی Act میں بھی بہتری لارہے ہیں۔ جہاں پر Act موجود نہیں ہے یا Law موجود نہیں ہے اُسکو Law کی صورت میں لارہے ہیں۔ اُنکے system کو بہتر کر رہے ہیں۔ پہلی

دفعہ food authority concept کا ہم لار ہے ہیں۔ اسی طرح آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگونمنٹ کا جو ہمارا Act ہے جو 2010ء کے بعد اس میں کوئی amendment نہیں ہوئی ہے اور اس میں بڑی خامیاں ہیں۔ آج بھی ہم بہت سارے دوست بیٹھے تھے اور وہی دیکھ رہے تھے کہ یہی Local Government Act کے اندر اگر تراجمم صحیح طریقے سے اگر ماضی میں ہوتے تو آج ہم اس میں اور بہتری لاسکتے تھے۔ اس Act میں کام ہو رہا ہے اور انشاء اللہ اس اسمبلی میں ہم اس کو پیش کریں گے۔ اسی طرح بلوچستان Building Authority، Tourism Authority ہو، اسی طرح ہمارا Balochistan Revenue Act ہو۔ تو گورنمنٹ آف بلوچستان ان پانچ مہینوں میں ہر پہلو کو سرکاری حوالے سے دیکھ رہی ہے تاکہ ہم قانون کے تحت بھی اُسکو بہتر کریں اور ہم عملی طور پر اس میں اچھے practises کے اُن چیزوں کو بہتر کریں۔ اور ہم اُن سب اداروں کی revenue generation کو بھی اچھا کریں۔ اور اُنکی کارکردگی کو بھی بہتر کریں۔ چاہے اس میں decentralization of powers کی بات تو ہوتی ہے لیکن احمد اللہ انہیں چار ساڑھے چار پانچ مہینوں میں cabinet کی approval سے ہم پہلی دفعہ اصلاح کی طرف پھر سے اُن اختیارات کو لے جارہے ہیں جو شاید ماضی میں کسی حد تک نہیں گئے۔ اور جب تک بلوچستان میں آپ financial administrative power اور decision power ڈسٹرکٹ کی سطح پر نہیں لے جائیں گے۔ لوگ ان بہت ساری چیزوں سے ایسے ہی محروم رہیں گے۔ تو ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ اگر تو اُسکو بھی districts پر جانا چاہیے۔ آپ کی financial policy ہے تو اُسکو بھی district پر جانا چاہیے۔ آپ کا اسی طرح devolution ہے۔ تو اُس کو بھی divisional level پر جانا چاہیے۔ تب یہ Sarai چیزیں آہستہ آہستہ ایک ضلع کے اندر بہتری کی طرف جائیں گی اور لوگ اسکا benefit دیکھیں گے۔ اگر ہم اس decentralization کو صرف کوئی تک محدود رکھیں گے تو بلوچستان کے اندر مسائل آہستہ آہستہ اور ندیدہ رہیں گے۔ تو بلوچستان کے اندر ان سب چیزوں پر جیسے میں نے آپ کو کہا کہ ہم نہ صرف معدنیات میں بلکہ ہر شعبے میں، ہر شعبے میں ہر لحاظ سے بہتری کی طرف قانون سازی بھی کر رہے ہیں، اقدامات بھی ہم نے اٹھائے ہیں، restructuring بھی کر رہے ہیں، rationalization بھی کر رہے ہیں، accountability بھی کر رہے ہیں، اور ان سب better progress بھی کر رہے ہیں۔

چیزوں کو دیکھتے ہوئے ایک آگے کا future plan ٹھی بنا رہے ہیں کہ آنے والے time میں بلوچستان کی یہ ساری چیزیں بھی secure ہوں جس پر ہم کام کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ سب Acts amendments ہونگے وہ اسی اسمبلی میں آئیں گی۔ جوئی قانون سازی ہوں گی، وہ بھی اسمبلی میں آئیں گے۔ اور انشاء اللہ میرے خیال میں اس کی ترتیب اسمبلی میں پیش ہونا شروع ہوگی۔ تو ہم گورنمنٹ آف بلوچستان یہ surety دیتے ہیں کہ میں چھوٹی سی مثال دوں گا چونکہ نوابزادہ صاحب نے PPL کا بھی ذکر کیا تھا۔ سینڈک کا بھی ذکر ہوا ہے، یہ پہلی دفعہ ہوا کہ ministry of petroleum جب باقاعدہ اس دفعہ آئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم PPL extension کی بات کریں، یا سینڈک extension کی بات کریں تو ہم نے اُن کو بڑا simple کہہ دیا کہ جی یہ extensions بالکل نہیں ہو سکتے۔ آپ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے حکومت بلوچستان کے ساتھ آپ بیٹھیں گے اپنے terms of references جتنے بھی ہیں ان کو ہم revisit کریں گے۔ کہ ہمارے، ٹھیک ہیں۔ ماضی میں اگر کچھ لوگوں نے ان ساری چیزوں پر توجہ نہیں دی اور نہ references کو بہتر کیا نہ بلوچستان کے جو revenue structure ہے، اُس پر زیادہ غور کیا۔ ہم کریں گے باقاعدہ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے energy ministry میں ہمارے جو سکریٹری صاحب تھے انہوں نے باقاعدہ بہت اچھے انداز delegation میں قانون سازی کے حوالے سے Law, point by point۔ حالانکہ بہت بڑا،

کہ آیا تھا جس میں اُن کے secretaries کا آیا تھا جس میں اُن کے ministry of petroleum صاحبان تھے۔ minister geological survey of pakistan بھی تھا۔ اور سینڈک ٹیم بھی تھی۔ اور دوسرے بھی تھے۔ تو بڑا clear cut ہم نے ایک کمیٹی ہماری تشکیل departmental wise ہو چکی ہے جو سینڈک کو اور PPL extension دونوں کو review کرے گی۔ اور ہم نے اُن کو کہا بڑا simple ہے آپ کو فرمد ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنا حق مانگ رہے ہیں، ہم اپنا better revenue کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ اور اگر آپ ان terms پر بلوچستان کا حق ادا کرنے کے لیے راضی ہیں آپ ہمارا ائمٹی بڑھانے میں اگر آپ کے اندر کوئی قباحت نہیں ہیں۔ آپ ہمارے references کے لیے بہتر کریں گے، بلوچستان کے لوگوں کے لیے job opportunities create کریں گے۔ CSR کی مدد میں چیزوں کو بہتر کریں گے تو ہمیں کیا اس بات کی فکر پڑی ہے کہ ہمارا agreement آپ کے ساتھ ہو یا نہ ہو، اگر آپ ان terms پر آتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ان terms میں نہیں آنا چاہتے اور آپ محسوس کرتے ہیں کہ بس

ہم جو ماضی میں جو ایک extensions agreement کی تو سیع کرتے ہوئے آگے نکل جائے تو یہ اس دفعہ بڑا مشکل ہے۔ اور آپ ہمارے teams کے ساتھ بیٹھیں، ان سب چیزوں کو ہم review کریں گے اور پھر ہم ایک final conclusion کی طرف آئیں گے۔ یہ matter ہمارے cabinet میں آئے گا اور پھر اس میں decisions making ہو گی۔ تو یہ وہ چیزیں ہیں جناب اسپیکر صاحب جو شاید ماضی میں نہیں ہوئی ہیں۔ میرے محترم دوست نے کل ایک بات کی کہ شاید وہ میرے ایک interview کا غاصہ دے رہے تھے ”کہ بلوچستان نے پندرہ سال میں لیڈ راچھنیں دیکھئے“، نہیں ہم نے کہا ”بلوچستان میں پچھلے پندرہ سالوں میں ایک اچھی governance setup کا نہیں دیکھا“۔ میں اس بات پر بڑا، یہ بالکل اتفاق بھی کرتا ہوں کہ انہوں نے اچھی بات کی کہ ہمیں as میں اُن کی بات پر بڑا، یہ کہ اُنہوں نے اچھی بات کی کہ systems کو بہتر کرنی چاہیے، میرا آپ کا دفعہ system کر سکتے ہیں۔ میں اور آپ یہاں بیٹھ رہے ہیں پانچ سال، دس سال، پندرہ سال ایسے ہی گزار لیں۔ اگر ہم نے بلوچستان کے نظام کے systems کو بہتر نہیں کیا۔ اُن کی اندر بہتری نہیں لائی، اُس کے اندر revenue generation کا جب تک financial stability نہیں آئے گی بلوچستان میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ PSDP ہم بہت اچھے بنالیں، بیروزگاری کو دور کرنے کے ہمارے خواب ہوں، زمینداری بڑھانی ہیں، روڈز بنانے ہیں۔ لیکن اگر ہمارا revenue structure ہی نہیں ہے۔ ہماری آج بلوچستان کی total آمدنی جو ہے وہ اپنے resources میں صرف 15 ارب ہیں۔ 15 ارب کراچی میں اگر آپ چلے جائیں میرے خیال میں کراچی میں ایک فیکٹری جو شاید تین ایکٹر میں نہیں ہے، وہ بھی 15 ارب سے زیادہ کمائی ہے۔ اور یہ جو 44% پورے پاکستان کے اور اگر سمندری حدود لے لیں تو 50% سے بھی اوپر جاتا ہے۔ پوری Fisheries Department ہماری وہ صرف ڈیٹھ کروڑ روپے سال کا دیتی ہے۔ وہ Fisheries جس کے لیے پوری کراچی پورا دنیا آ کے کوشش کر رہی ہیں۔ تو ہمارا structure نہیں بن۔ fee-structure جب ہم نے فرشتے ہیں 100 روپے کشتی کا وہ لے رہے ہیں۔ 100 روپے کشتی یعنی کہ آج کے زمانے میں میرا خیال ہے وہ جو آدمی، مچھیرا ہے وہ شاید 100 روپے کا ایک گھٹٹہ میں اپنا top-up بھی کر کے بات کر جاتا ہوگا۔ لیکن وہ اُس سے کسی نے مانگا نہیں اُس نے بھی نہیں دیا۔ آج ہمیں پتہ چلا بلکہ پہلے سے ہم نے لوکل

گورنمنٹ کو ہدایت کی تھی کہ پورے بلوچستان کے لوکل گورنمنٹ کے assets کتنے ہیں؟۔ کوئی 15 ہزار plots کا assets ہیں لوکل گورنمنٹ کے پاس پورے بلوچستان میں۔ اور یہ سارے یہ جتنے بھی assets ہیں جو کرایہ پر بھی ہیں یہ ٹوٹل میرے خیال میں انہوں نے حساب لگایا تھا کہ شاید کہیں 25 کروڑ یا 30 کروڑ کی آمدنی ٹوٹل انکو واپس ملتی ہیں، شاید اس سے بھی کم ہے۔ کچھ ایسے بھی دکانیں ہیں لوکل گورنمنٹ کے جو سال کا ایک سوروپے کرایہ دیتے ہیں پورے سال کا ایک سوروپے کرایہ۔ جو کہ آج کے دور میں میرا خیال سے ایک ٹھیل والا بھی دن کا اُس سے بھی زیادہ لیتا ہوگا۔ تو کہنے کا مقصد اسیکر صاحب! یہ ہے کہ ہم نے جب تک اگر ان چیزوں پر investment نہیں کی۔ ان systems کو اگر ہم نے بیٹھ کے حل نہیں کیا، میرا آپ کا PSDP پر بلوچستان کی backwardness پر ہمارے یہ debate چلتے رہیں گے۔ میں اور آپ شور کرتے رہیں گے ہمارے بعد والے بھی شور کریں گے اُس کے بعد بھی کریں گے۔ ہمارا target یہ ہے کہ ہم بلوچستان کے اندر revenue structure کو اتنا بہتر کریں کہ ہم 15 ارب نہیں بلکہ 100 ارب سے زیادہ خود کمائیں۔ آج ہمارا total PSDP estimates ہم پیسے ہمارے پاس نہیں ہوتے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں وفاق بھی دے گا کہیں اور سے بھی مل جائے گا، ہم 60 سے 70 ارب روپے کا بناتے ہیں پورے بلوچستان کا PSDP جو 60 سے 70، 80 ارب کے نئے میں ہوتا ہے۔ لیکن آج اگر ہمارے پاس ہمارا revenue structure ہبھر ہو جائے ہم اس میں تھوڑا سا legislation کریں، ہم اپنے laws کو بہتر کریں، ہم اُن کو implement کروائیں، ہم اُن کے اندر بہتری لاائیں تو بلوچستان کے لیے 100 ارب touch کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اور میں ریکوڈ کے ہٹ کر mineral policy سے ہٹ کر، coastal opportunities سے ہٹ کر ان سب کو ہٹا کے میں آپ کو یہ figures دے رہا ہوں۔ اور اگر ہم اُن زمین اور اُن وسائل کو بھی سامنے رکھ لیں اور اُن کے حوالے سے آمدنی کی بھی بات کر لیں تو پھر جس بلوچستان کی ہم بات کرتے ہیں کہ یہ بلوچستان مالا مال ہے، پھر حقیقی معنوں میں مالا مال بھی ہو گا اور بلوچستان کے لوگوں کو مالا مال بھی انشاء اللہ کریگا۔ لیکن اگر ہم نے اسی طرح ان systems پر investment نہیں کی۔ ٹھیک ہے ہمارے اور آپ کے سیاسی اختلافات، سیاست میں بحق ہیں لیکن ہمیں کم از کم بلوچستان کے چند چیزوں پر کوئی compromise نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں بلوچستان کے interest پر compromise کرنی چاہیے۔ ہمیں بلوچستان کے systems کو بہتر کرنے میں compromise نہیں کرنی چاہیے، ہمیں بلوچستان کی آمدنی پر کوئی compromise نہیں کرنی چاہیے۔ آج آپ کی PSDP اگر آپ

کے حلقوں میں ایک ارب کا کام ہو رہا ہے اور اگر آپ کے آنے والے تین سالوں میں اُسی فنڈز سے اگر 10 ارب کا کام آپ کے ضلع میں ہوتا کون سا بہتر ہے؟۔ یقینی طور پر ہر آدمی یہی کہے گا کہ جی 10 ارب بہتر ہیں۔ لیکن وہ 10 ارب اُسی وقت آئیں گے جب میں اور آپ یہاں بیٹھ کے یہ حکومت بیٹھ کے legislations صحیح کریں گی، قانون سازی صحیح کریں گی، structures کے system کو بہتر کریں گی اور ان سے پھر یہ فائدہ bھی ہمیں ملے گا اور indirectly ملے گا اور ہمارے اس صوبے کو ملے گا۔ تو جناب اسپیکر صاحب! اس میں میرے خیال میں ایک بڑے قلیل وقت میں ہم نے جو کوششیں کی ہیں، جو ہم نے اپنی طرف سے بہتر سمجھا، ہو سکتا ہے اس میں کمی بیشی ہوئی ہو، آگے بھی ہو گی لیکن ہم ایک track میں بہت ساری چیزوں کو رکھ رہے ہیں کہ ہمارے لیے بلوچستان کا revenue structure بہتر کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارا جو ایک federal divisible pool کا جو sharing ہے کچھ مدوں میں ہم اس میں کمی بھی آنے والے دنوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ کہ ہمارا gas production ہے، باقی چیزوں میں کمی آتی ہیں تو ہماری revenue بھی بالکل نیچے جائے گی۔ کیونکہ ہمارا پیش بہت بڑھ رہا ہے۔ ہمارے آج کا پیش تقریباً 23 سے 24 ارب ہیں۔ یہ اگلے پانچ سالوں میں دوسرا رب کو پہنچے گی۔ اور وہ دوسرا رب اسی حکومت بلوچستان اور اسی system نے دینا ہوں گی۔ اور یہ دوسرا رب روپے نہ ہمیں وفاق دے گا اور نہ کوئی اور ادارہ دے گا۔ یہ دوسرا رب کا طریقہ کار بھی ہم نے خود بنانا ہے۔ تو میرا کہنے کا مقصد آج اس اسمبلی میں سب دوستوں کے ساتھ یہی ہیں ہماری سیاسی مخالفت اپنی جگہ، ہمارے سیاسی عزا ہم اپنی جگہ، لیکن ہم نے اگر بلوچستان کے ان چیزوں پر توجہ نہیں دی، یہ اثر آپ کو بھی کریں گی، یہ اثر ہمیں بھی کریں گی، بلکہ اجتماعی طور پر پورے بلوچستان کو کریں گی۔ یہ employees کو بھی کریں گی، یہ bureaucrates کو بھی کرے گی۔ آج یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم سب کے لیے ایک rescue plan ہیں۔ اور ہم نے یہ a time گر ضائع کیا تو اس کا شاید بہت سارے لوگ سمجھتے ہیں کہ جی میں MPA نہیں ہوں میں شاید اگلی دفعہ کوئی اور MPA آئے گا لیکن میں اُس علاقے سے تو ہوں، میرے سے منسلک اُس علاقے میں بہت سارے میرے دوست ہوں گے، میرے قبائلی لوگ ہوں گے۔ میں اُن روڈز کو استعمال کروں گا، میں اُن ہسپتاں میں جاؤں گا، اُن اسکولوں میں میرے علاقے کے بچے پڑھیں گے لیکن اگر میرے پاس یا میری حکومت کے پاس یا آنے والے حکومتوں کے پاس اگر پیسے نہیں ہوں گے، اگر آدمی نہیں ہو گی تو ہم کس طرح ان چیزوں کو آگے لے جائیں گے۔ ہمارے لیے بہت بڑا مشکل ایک task بن جائے گا۔ اور ہمیں جو اسی divisible pool میں جو ہمارا ہیں وفاق جو دے رہی ہے اُس سے زیادہ

نہیں دینگے۔ حکومت سنده نے اس پر بڑا کام کیا ہے، پنجاب نے بڑا کام کیا ہے، KP نے بڑا کام کیا ہے۔ ہماری بدقسمتی رہی کہ ہم نے revenue structure کو کبھی نہیں بڑھایا اور آج وہ time ہے کہ ہمیں اس کو ہر صورت بڑھانا ہے۔ اور انشاء اللہ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ تقریباً 6 sectors سے 8 جن پر ہم کام کر رہے ہیں بلوچستان کی آدمی انشاء اللہ بڑھے گی اور انشاء اللہ اُس کے طریقہ کار ہمارے لیے بہت ضروری ہیں، ہر صورت ہمیں اس کو بہتر کرنا ہے۔ تو آپ لوگوں کی تجاویز بالکل درست ہیں۔ حکومت بلوچستان معدنی حوالے سے کچھ چیزوں پر اپنی پیشکش کر بھی رہی ہے، بہت ساری چیزیں ہیں جن کا آپ نے بھی نوٹس دلایا ہے اور انشاء اللہ جیسے ہماری ابھی standing committees ہیں گی تو زیادہ موقع میں گی اپوزیشن کو اور ہاؤس کو ان چیزوں پر مدد بحث کرنے کا ندیداپنا input دینے کا اور ندیداں کو بہتر کرنے کا۔ آج ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ آج اپوزیشن جماعتوں اور حکومتی جماعتوں لوکل گورنمنٹ ایکٹ کے حوالے سے بیٹھے ہیں اور بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو ان کی طرف سے ہمیں اچھی propositions آئیں۔ کچھ ہم نے ان کے ساتھ share کی ہیں۔ چونکہ یہ بلوچستان کی interest کا تھا، ہم بیٹھے، ہم نے اس پر deliberation کی ہیں۔ ہم نے اس پر بات کی۔ تو میں یہی امید رکھوں گا کہ ہمارے اختلافات آپ سے جتنے بھی ہو جائیں لیکن جہاں بلوچستان کے common subject کا کوئی interest آئے گا ہم اور آپ انشاء اللہ ان چیزوں کے لیے ایک دفعہ بیٹھا کریں گے اور ان کو حل ضرور کیا کریں گے۔ thank you جی۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)۔

جناب چیئرمین:- جی شکریہ CM صاحب! جس طرح آپ نے گورنمنٹ میں جو کام کر رہے ہیں اور چیزیں بہتر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلوچستان میں معدنی اور قدرتی وسائل سے متعلق معزز اکیان اسمبلی نے کل اور آج کی نشست میں سیر حاصل بحث کی اور مفید تجاویز دیے۔ اور جس طرح گورنمنٹ اس پر کام کر رہی ہے، چیف منٹر صاحب نے وہ بھی الیوان کے سامنے رکھ دیئے۔ اور امید ہے کہ چیزوں کو بہتر کرنے میں یہ الیوان جس میں سینئر لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اگر آج ہم لوگوں نے بلوچستان کے مسائل کے حل کے لیے اور revenue generation کے لیے اگر کچھ نہیں کیا تو شاید آگے کیا ہوگا؟۔ لیکن ذمہ داری آج ہماری ہے کہ ہم ایک بہتر ہاؤس کے طور پر آگے جائیں اور بلوچستان کے مسائل اور بلوچستان کی revenue، بلوچستان کی development میں کام کریں۔ جس طرح CM صاحب نے بات کیا تھرکوں مائزہ کا، میں نے بھی visit کیا ہے۔ واقعی سنده گورنمنٹ کا ایک بہت بڑا initiative ہے اور جس طرح وہاں پر انہوں نے کام کیا اور جس طرح چیزوں کو locals کیا اور develop کیا اور جس طرح انہوں نے motivate کیا اُن کی

بہتری کے لیے، اُن کے لیے ہاؤسنگ اسکیم بنائے، اگر کاش یہ PPL اور ڈیڑھ بگٹی میں یہ چیزیں ہوتیں تو میرے خیال میں یہ مسئلے بھی نہیں ہوتے۔ اگر آج ڈیرہ بگٹی میں پچاس ساٹھ سالوں میں اگر گیس نہیں ہے تو یہ میرے خیال میں بہت بڑا ہمارا weaknesses ہیں۔ یا وہ پالیسی نہیں دے پائے جس کی وجہ سے آج ہمیں چیزوں پر رونا پڑ رہا ہے۔ اگر آج گوارڈ پورٹ اگر suffer کر رہا ہے تو وجہ یہی ہے کہ جو پرانی غلطیاں ہوئی ہیں تو عوام کو یہی خدشہ ہے کہ شاید وہ چیزیں یہاں پر بھی نہیں ملیں گی۔ لیکن ہم سب نے، اپوزیشن نے، گورنمنٹ نے مل کر بلوچستان کی بہتری کے لیے چیزوں کو آگے لے جائیں۔ شکریہ ایوان کا، بہت important اپوزیشن کی طرف سے یہ topic آنہوں نے لایا۔ اور اب کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔

**شاء اللہ بلوچ:-** شکریہ جناب اپیکر، یہ تو conclude ہو گیا ہے۔ ابھی جو دوسرا ہمارے ایکنڈا اپوزیشن کا ہے وہ بلوچستان میں شدید خشک سالی اور غذا اسیت کے بحران سے متعلق ہے، اُس میں بھی ہم چاہتے ہیں کہ ایک تفصیلی بحث ہو۔ لیکن کافی دیر ہو گئی ہے۔ اور یہ موضوع بہت سختیم تھا کل بھی اس پر تفصیلی بحث ہوئی، آج بھی CM صاحب نے کافی یقین دہانیاں کروائی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب وہ mineral policy بنے گی بلکہ ہم نے یہ بات بار بار دو ہوائی کردہ mineral policy نہ ہو بلکہ natural resource based policy ہو جس میں زمین کو بھی شامل کیا جائے۔ تیل و گیس اور metallic or nonmetallic mineral ہو یہ جب آئے گی تو انشاء اللہ definitely ہمارے جتنے بھی constructuve اور input ہیں وہ ہم آپ کو دینے گے۔ ہماری خواہش ہے اس پر آپ پورے سیشن کو آپ دیکھ لیں تو بڑی سختیم قسم کے بحث ہیں۔ اگر یہ دوسرا جو بحث ہے کارروائی ہے کل کے لیے اگر آپ مؤخر کر دیں تو تمہری بانی ہو گی۔ تاکہ دوست تیاری کے ساتھ بھی آجائیں۔ اور وقت کی پابندی بھی ہو۔ شکریہ۔

**جناب چیئرمین:-** جی بالکل، تاکہ fresh mind کے ساتھ آئیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے کوئی اگر؟۔ جی اگر آپ لوگوں نے رکھا ہوا ہے آپ لوگ تقریباً 00:40 تک آپ کے 16 بندے available House میں، اگر اس طرح آپ لوگوں کے ممبر آئیں گے میرے خیال میں وقت کی پابندی نہیں ہوگی۔

**نصر اللہ خان زیرے:-** جناب اپیکر! آپ start کریں۔

**جناب چیئرمین:-** اس طرح کیسے start کریں جب آپ کا کورم ہی پورا نہیں ہو گا۔ جب چیزیں بہت important issues ہیں اگر سب time پر آئیں گے تو چیزوں کو آگے بڑھائیں گے۔ آپ

لگ جب time دیتے ہیں تو پھر اس پر آ جایا کریں۔ کل بھی یہی تقریباً چار بجے تک آپ کے سولہ سترہ بندے سے اوپر نہیں ہو رہے تھے آج بھی چار بجے تک یہی حال تھا۔ جو باقی ماندہ ہمارا کارروائی ہے وہ اگلے اجلاس میں ان کوڈاں دیں۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز بدھ مورخہ 30 جنوری 2019ء بوقت سہ پہر تین بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 6، بجکر 50 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)